زندہ کتاب

اور

زندہ رسول

تقریر دلپذیر

صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب

تعارف

زندہ کتاب اور زندہ رسولؐ ان دردانگیز جملوں اور محبت کی پرسوز کیفیتوں کا حسین مرقع ہے جو مجلس خدام الاحمدیہ گنج مغلپورہ لاہور کی درخواست پر حضرت صاحبزادہ میرزا رفیع احمد صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ نے مورخہ ۱۲، اگست ۱۹۶۱ء کو ایک عظیم الشان جلسہ میں ارشاد فرمایا۔ آپ نے براہین قاطع اور دلائل ساطع سے قرآن کریم کے زندہ کتاب اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے زندہ رسول ہونے کی حقیقت کو ایک نہایت دلکش اور موثر انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اس مضمون کو مطالعہ کرتے ہوئے قارئین کرام یقیناً محسوس کریں گے کہ صاحبزادہ صاحب موصوف کے قلب صافی میں اللہ تعالیٰ کے پاک کلام قرآن کریم اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کا عشق کس طرح موجزن ہے۔ جسے آپ نے اپنے جلیل القدر باپ حضرت امیر المومنین میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور اسلام کے بطل جلیل اپنے دادا سیدنا حضرت مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بطور ورثہ پایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کا درد آپ کے رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ اور خرابی صحت کے باوجود اپنے وطن عزیز سے دور اپنے عزیز واقارب سے جدا ہو کر اعلائے کلمۃ اللہ کا فریضہ بجالانے کی خاطر ایک عرصہ تک انڈونیشیا میں قیام فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے محض اپنے فضل سے ہمیں اس بابرکت مضمون کو کتابچہ کی شکل میں اپنی مجلس کی طرف سے پیش کرنے کی سعادت بخشی ہے۔ امید ہے کہ قارئین کرام اسے اصلاح اعمال اور تزکیہ نفس کیلئے مفید پائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ والسلام

خاکسار: (چوہدری) انعام احمد قائد مجلس خدام الاحمدیہ گنج مغلپورہ لاہور۔ مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۶۱ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

زِندہ کتاب اور زِندہ رسُول

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا
صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا ۝

زندگی بخش جامِ احمدؐ ہے
کیا ہی پیارا یہ نامِ احمدؐ ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا
سب سے بڑھ کر مقامِ احمدؐ ہے
باغِ احمدؐ سے ہم نے پھل کھایا
میرا بُستاں کلامِ احمدؐ ہے
ابنِ مریمؑ کے ذکر کو چھوڑو
اُس سے بڑھ کر غلامِ احمدؐ ہے

یہ ایک بیّن حقیقت ہے جس کے ثبوت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہزاروں گواہ کھڑے ہیں کہ رُوئے زمین پر زندہ کتاب صرف ایک ہی ہے یعنی خدا کا پاک کلام جس کا نام قرآنِ مجید ہے اور زندہ رسُول ایک ہی ہے یعنی ہمارا آقا و مولیٰ محمّد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم جو تمام پاکوں کا سردار اور تمام رفعتوں کا حامل اور تمام نوروں اور برکتوں اور ہر قسم کی خوبی و محبوبی اور حُسن اور احسان کا جامع ہے۔ تمام برکتیں منقطع ہو گئیں

لیکن قرآن کریم اور محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی برکات تا قیامت جاری ہیں تمام نور چھپ گئے مگر یہ نور سورج سے بڑھ کر تاباں اور روشن ہے، تمام چشمے خشک ہو گئے مگر محمدی چشمہ اب تک جاری و ساری اور پیاسوں کو خدا کی محبت اور معرفت کے جام پلا رہا ہے جس طرح پہلے پلاتا تھا۔ تمام دستر خوان لپیٹ دیئے گئے مگر محمدی مائدہ سے اب بھی دیدارِ الٰہی کے بھوکے سیر ہوتے ہیں۔ پس بے انتہا درود و سلام ہو اس پاک نبیؐ پر جس کے بلند مقام کا تصور بھی انسانی عقل سے بالا ہے۔ جس پر خود خدائے برتر و حیّ و قیّوم اپنے عرش سے درود بھیجتا ہے۔ کتنا بڑا فخر ہے جو ہمیں حاصل ہے اور کتنے خوش قسمت ہیں ہم جنھیں اس نبیؐ کے دامن سے وابستگی کا شرف حاصل ہے۔ جس کو دائمی شرف اور دائمی بزرگی اور دائمی زندگی دی گئی اور جنھیں وہ کتاب دی گئی جس کی برکتیں تا قیامت منقطع نہیں ہوں گی۔ بد قسمت ہیں وہ انسان جو اس نور و برکت کے سرچشمہ سے دور ہیں اور اس دَر کی غلامی اختیار نہیں کرتے کیونکہ وہ اندھے ہیں اور اندھے ہی مریں گے۔ وہ مُردہ ہیں اور جہالت اور بے یقینی اور تعصب اور تنگدلی اور گناہ کے تنگ گڑھے میں پڑے ہوئے ہیں۔ کوئی آنکھ خدا کا نور نہیں دیکھے گی جب تک قدمِ رسولؐ کی خاک کو اپنی آنکھ کا سُرمہ نہ بنائے۔ کوئی رُوح خدا کے قُرب کی لذّت نہیں پائے گی جب تک محمدیؐ ہاتھ سے نئی زندگی نہ پائے۔ اور کوئی دل عشقِ الٰہی کا جام نہیں پیئے گا جب تک محمدی چشمہ کی طرف رجوع نہ کرے۔

لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ صرف قرآن

ہی زندہ کتاب ہے اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی زندہ رسُول ہیں
تو ہمارا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ دوسرے انبیاءؑ اور پاک باز جو پہلے آئے تھے۔
وہ مُردہ ہیں اور ان کی لائی ہوئی صداقتیں مُردہ ہوگئی ہیں بلکہ ہمارے کہنے
کا مطلب یہ ہے کہ اُن کے فیض ختم ہوگئے اور اُن کی برکتیں منقطع ہوگئیں
آج کوئی شخص اُن سے فیض حاصل نہیں کر رہا۔ کوئی شخص ایسا نہیں۔ جو یہ
ثابت کر سکے کہ اُسے خدا کی محبّت اور اس کے مکالمہ کا شرف موسےٰ یا
مسیحؑ کی پیروی سے حاصل ہوا ہے یا تورات اور انجیل کی برکت سے حاصل
ہوا ہے۔ پس اگرچہ وہ تمام نبی جو آنحضور فداہ ابی و امّی سے پہلے آئے زندہ ہیں
لیکن اُن کا فیض منقطع ہوگیا اور اُن سے کوئی برکت نہیں پاتا۔ پس جہانتک
ہمارا تعلق ہے۔ ہم اس بات کے کہنے پر مجبُور ہیں کہ زندہ کتاب صرف
ایک ہی ہے یعنی فُرقانِ حمید۔ اور زندہ رسُول بھی ایک ہی ہے۔ جو خدا
کا محبوب اور تمام کائنات کا قبلۂ مقصود۔ اور تمام موجودات کے وجُود
میں آنے کی علّتِ غائی ہے کیونکہ ہم نے اس نُور کو دیکھا اور مشاہدہ کیا
اور اس جُود و احسان کے سمندر سے فیضان و برکت پائی۔ لیکن کسی اور
نبی کا یہ حال نہیں کہ اُن کے دَر سے بھی کسی کو آج کوئی برکت حاصل ہوتی
ہو۔ پس ہم اس بات کی گواہی دینے پر مجبُور ہیں اور خدائے حیّ و قیُّوم کی
قسم کھا کر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے، اس بات کی گواہی
دیتے ہیں کہ زندہ کتاب اور زندہ رسُول وہی ہے جس کی غُلامی
کا ہمیں شرف حاصل ہے ہاں ہم دوسری صداقتوں پر بھی ایمان لاتے

ہیں اور اعتقاداً دوسرے نبیوں کو بھی زندہ مانتے ہیں لیکن اس طرح سے جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا میں گم ہو کر اور کلی طور پر بحرِ توحید میں فنا ہو کر یہ دائمی فیض اور دائمی زندگی پائی۔ اسی طرح سے دوسری کتابیں اور دوسرے نبی بھی قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ اور وسیلہ سے زندہ ہیں۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَھَّرَۃً ۙ فِیْھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ ؕ

(سورہ بیّنۃ)

یعنی یہ رسول بیّنہ ہے جو اپنی صداقت کی آپ دلیل ہے، جیسے کہتے ہیں "آفتاب آمد دلیلِ آفتاب" پس ایسا ہی آپ کا بھی حال ہے کہ "محمدؐ ہست بُرہان محمدؐ" پس فرماتا ہے کہ یہ وہ رسول ہے جو دُنیا کے سامنے پاکیزہ دُھلے دُھلائے صحیفے پیش کرتا ہے۔ یعنی پہلی کتابوں کو انسانی تحریف نے گندہ کر دیا تھا۔ اب اس افضل الرسُل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اُن صحیفوں کو اُن کی اصلی اور پاک شکل میں قرآن کریم میں شامل کر دیا ہے۔ پس قرآن کریم میں تمام دائمی صداقتیں اکٹھی ہو گئی ہیں۔ اب اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اور انبیاءؑ کے متعلق فرماتا ہے۔

اِنَّ ھٰذِہٖٓ اُمَّتُکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً

کہ اے جملہ نبیو! یہ اُمّتِ محمدیہؐ تم سب کی اُمت ہے کیونکہ اسے حکم ہے کہ سب نبیوں کی عزت کریں اور سب سے محبت رکھیں ——————

—————— کتنا بڑا ظرف تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ دُوسرے

نبی نے ایسی تعلیم دی ہے؟ ——— کتنی جانکاہی، کتنی مشقت، اور کتنا دکھ اٹھا کر آپؐ نے یہ باغ لگایا، پھر کس طرح اپنے خونِ دل سے اُس کی آبیاری کی اور کس طرح اپنی راتوں کی نیند اور دن کا چین حرام کر کے آپؐ نے اس باغ کی رکھوالی کی۔ پھر جب یہ باغ خدا کے فضل اور آپؐ کی اور صرف آپؐ کی محنت سے ہرا بھرا، پُر اثمار و پُر بہار ہو گیا تو کتنے غنیٰ اور وسعتِ قلبی کا ثبوت دیا کہ فرما دیا اے جملہ نبیو! یہ باغ صرف میرا نہیں۔ تم سب کا ہے میں تم سب کو اس میں شریک کرتا ہوں۔ صدق اللہ

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ؕ

پس اِن آیات سے ثابت ہوا کہ دوسری صداقتیں اور دوسرے نبی بھی زندہ ہیں لیکن بالواسطہ۔ مگر اُن کا اپنا فیضان ختم ہو گیا ہے۔ اب ایک ہی ہے جو زمین پر خلیفۃ اللہ ہے اُسی کی حکومت ہے اُسی کا سکہ چلتا ہے اُسی سے سب برکت اور فیض ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جب سُورج نکلا ہو تو اگرچہ دوسرے ستارے بھی موجود ہوتے ہیں۔ لیکن نظر نہیں آتے اور نہ ہی اُن کا فیض جاری ہوتا ہے۔ پس محمدی سُورج کے ہوتے ہوئے چھوٹے چھوٹے ستاروں کی ضرورت نہیں رہتی۔

اب رہا یہ سوال کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ قرآن کریم ہی زندہ کتاب اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی زندہ رسول ہیں، تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ خود اپنی کتاب میں فرماتا ہے کہ

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيۡءٍ وَّهُوَ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ ۞ اَنۡزَلَ مِنَ

السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ
السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِى النَّارِ
ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ۚ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ
اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ
وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ ۭ

(سورۃ رعد آیت ۱۷)

تُو دُنیا کو بتا دے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ واحد ہے۔ مگر باوجود اکیلا ہونے کے پھر بھی سب پر غالب ہے۔ اُس نے آسمان سے یہ پانی نازل کیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں مختلف وادیاں اپنے اپنے ظرف اور انداز کے مطابق بہہ نکلیں۔ پھر اس سیلاب نے جھاگ کو اوپر اُٹھا لیا۔ اسی طرح سے اس سونے اور چاندی پر بھی جسے لوگ زیورات اور دوسرے گھریلو سامان بنانے کے لئے آگ پر تپاتے ہیں جھاگ آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حق اور باطل کے فرق کو اس طرح سے بیان کرتا ہے کہ حق وہ پانی ہے جو آسمان سے نازل ہوتا ہے اور باطل وہ جھاگ ہے جو سیلاب کے اوپر چڑھ آتا ہے اور حق وہ سونا ہے کہ جتنا اُسے آگ پر تپایا جائے اُتنی ہی اس کی قدر بڑھتی ہے۔ لیکن باطل اس جھاگ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا جو سونے کو آگ میں تپانے سے اُس کے اوپر آجاتا ہے۔ پھر جھاگ تو پھینک دیا جاتا ہے کیونکہ ایک بیفائدہ چیز ہے۔ لیکن جو چیز انسانوں کے لئے مفید ہوتی ہے اُسے زمین پر قائم رکھا جاتا ہے۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ وہ پانی جس پر حقیقی زندگی کا انحصار

ہے قرآن کریم ہے اور یہ پانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں اکٹھا ہو گیا ہے۔ یہی وہ زندگی کا سرچشمہ ہے جس سے پینے کے بعد انسان موت سے بچ جاتا ہے اور جو اس چشمہ سے نہیں پیئے گا وہ زندگی نہیں پائے گا اور یہ کہ خدا کا قانون ہے کہ حق قائم رہتا ہے اور باطل خواہ بظاہر کتنا ہی غالب نظر آئے اس جھاگ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا جو بارش کے بعد پانی کے اوپر چڑھ آتا ہے اور آخر اس جھاگ ہی کی طرح بیٹھ جاتا ہے اور اس کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ لیکن حق قائم رہتا ہے اور قرآن کریم چونکہ حق ہے جیسا کہ فرمایا۔

هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ

اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حق ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ

اس لئے خدا تعالیٰ کے اس ازلی قانون کے ماتحت کہ حق قائم رہتا ہے۔ قرآن کریم اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں قائم کیا جائے گا۔ اور قائم دکھا جائے گا۔ اور یہ باطل کی بظاہر طاقتیں حق کو قائم ہونے سے روک نہیں سکیں گی اور جھاگ کی طرح بیٹھ جائیں گی کیونکہ خدا کا یہی قانون ہے کہ فاما الزبد فیذهب جفاءً و اما ما ینفع النّاس فیمکث فی الارض کہ فضول بیفائدہ بے منفعت چیزیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی، مٹادی جاتی ہیں لیکن جو چیزیں منفعت بخش اور انسانوں کے لیے مفید ہوتی ہیں انہیں دنیا میں قائم رکھا جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو تمام نظام کائنات تہ و بالا ہو جائے۔ اور نقش ہستی مٹ جائے۔

وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ زندگی کی ایک بہت بھاری دلیل ہے کیونکہ نفع رساں ہونا زندگی کی علامت اور دلیل ہے۔ جس پر عقل، نیچر اور انسانی تجربہ سب گواہ ہیں۔ سائنسدانوں نے بھی اس اُصول کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ اُن کے ہاں اس اصول کو survival of the fittest کے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے اور [illegible] وہی چیز ہو سکتی ہے جو مفید اور بابرکت ہو۔

پس قرآن کریم اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ثبوت میں سب سے پہلی دلیل یہ ہے کہ آپؐ نافع النّاس ہیں۔ اور آپ کا وجود نیز قرآن مجید کا وجود انسانیت کی بقاء اور قیام کے لئے نہایت ضروری ہے پسؔ اس دلیل سے کہ آپ کا فائدہ اور افاضہ سب سے زیادہ ہے۔ آپ کا رتبہ اور درجہ بھی سب سے زیادہ ہے اور آپ کی زندگی بھی سب سے اکمل اور اعلیٰ ہے۔ اس اصول کی بناء پر قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو ثابت کرنے کے لئے سب سے پہلے اُن کا اعلیٰ اور ارفع مقام نیز اُن کے نفع رساں اور بابرکت ہونے کا ثبوت دینا ضروری ہے۔

یہاں پر یہ بھی یاد رہے کہ قرآن کریم کی زندگی اور ہمارے حضورؐ کی زندگی لازم و ملزوم ہیں۔ ایک کے ثبوت سے دوسرے کا خود بخود اثبات ہو جاتا ہے کیونکہ ان دونوں کو باہم بشدّت مناسبت ہے گویا کہ دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ اگر قرآنِ کریم وہ پانی ہے جس سے تمام موجودات کی زندگی وابستہ ہے۔ تو

رسُول اکرمؐ فداہ نفسی وہ **مجمع البحار** ہیں جن کے وجود مبارک میں یہ پانی اکٹھا ہوا۔ اگر قرآن کریم **نُور** ہے تو حضور علیہ السّلام بھی وُہ **نُور** ہیں جن پر قرآن کا نُور نازل ہوا۔ اور اس طرح سے آپؐ **مجمع الانوار** بن گئے۔ اور یہ ایک بدیہی صداقت ہے کہ **نور نور ہی پر اُترتا ہے** اور وحیِ الٰہی موردِ وحی کی فطرت کے مطابق نازل ہوتی ہے اور اُس سے ایسا تعلق رکھتی ہے کہ اُن دونوں کو ایک دُوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ دو ہیں بلکہ وہ در حقیقت ایک ہی چیز کے حکم میں ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ يَّهْدِىْ
بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ
مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ (سورۂ مائدہ آیت ۱۶)

یعنی تمھارے پاس خدا کا نُور جو محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید ہیں۔ نیز ایسی کتاب جو آنکھیں کھولنے والی اور حقائق کو واضح کرنے والی ہے آ گئی ہے اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کو ایک ہی چیز کی طرح پیش کیا ہے۔ اگر آنحضورؐ **نُور** ہیں۔ تو قرآن **کتابٌ مُّبِیْن** ہے۔ اور اگر قرآن نُور ہے تو آپؐ بلند اور اعلےٰ اخلاق کی **کھلی کتاب** ہیں جسے ہر کوئی پڑھ سکتا ہے۔ اور معراج انسانیت کی ایسی تفسیر ہیں جس کو ہر بینا آنکھ دیکھ سکتی ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نور کے ذریعہ جو دراصل مجمع الانوار ہے۔ اُن لوگوں کو جو اس کی رضاء کی راہوں پر چلنا چاہتے ہیں۔ سلامتی کی راہ دکھا دیتا ہے یعنی وہ اس نُور کی مُتابعت سے جو زندہ ہے خود بھی دائمی زندگی

کے وارث ہو جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُس تعلق کو جو وحی اور مُورَدِ وحی میں ہوتا ہے، اِن الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:-

> "چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاک باطنی و انشراحِ صدری و عصمت و حیا و صدق و صفا و توکّل و وفا اور عشقِ الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاءؑ سے بڑھ کر اور سب سے افضل و اعلیٰ و ارفع و اجلیٰ و اصفیٰ تھے۔ اس لیے خدائے جلشانہٗ نے اُن کو عطرِ کمالاتِ خاصہ سے سب سے بڑھ کر معطّر کیا اور وہ سینہ و دل جو تمام اوّلین و آخرین کے سینہ و دِل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر و عاشق تر تھا۔ وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اُس پر ایسی وحی نازل ہو۔ جو تمام اوّلین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ و اکمل و ارفع و اتمّ ہو کر صفاتِ الٰہیہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو۔ سو یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف ایسے کمالاتِ عالیہ رکھتا ہے جو اس کی تیز شعاؤں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صُحُفِ سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے۔ کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہیں سکتا۔ جو پہلے ہی سے اس میں درج نہ ہو۔ کوئی فکر ایسی بُرہانِ عقلی پیش نہیں کر سکتا جو پہلے ہی سے اس نے پیش نہ کی ہو۔ کوئی تقریر ایسا قوی اثر کسی دل پر ڈال نہیں سکتی جیسے قوی اور پُر برکت

اثر لاکھوں دلوں پر وہ ڈالتا آیا ہے۔ وہ بلاشبہ صفاتِ کمالیہ حق تعالےٰ کا ایک نہایت مصفّٰی آئینہ ہے جس میں سے وہ سب کچھ ملتا ہے جو ایک سالک کو مدارجِ عالیہ معرفت تک پہنچنے کے لئے درکار ہے۔“ (سرمہ چشم آریہ۔ حاشیہ صفحہ ۲۳)

اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے ایک مثال کے ذریعہ سے واضح کیا ہے اور قرآن کریم اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکٹھا ذکر کر کے ایک ہی دلیل سے دونوں کی زندگی ثابت کی ہے۔ فرماتا ہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ
فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ
كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ
زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا
يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ
يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ
الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

(سورۂ نُور رکوع ۵)

اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمان کا نُور ہے۔ ہر برکت اُسی سے ہے۔ ہر نُور جو بلندی و پستی میں نظر آتا ہے۔ خواہ وہ ذاتی ہے یا خارجی سب اُسی کی ذات کا فیض ہے۔ وہ مبداء ہے تمام موجودات کا اور ہر چیز اسی کے سہارے قائم ہے اور اُس کا فیضان اور اس کی ربُوبیت ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے

پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا یہ نور جو تمام موجودات کی علّت غائی ہے اور سلسلہ تمام کائنات کا اسی کے ذریعہ سے ہے۔ اس کی حقیقت کو سمجھنا چونکہ عقلِ انسانی کے لئے مشکل ہے اس لئے فرماتا ہے کہ ہم اُسے ایک تمثیل کے ذریعہ سمجھاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے نور کی جو وجود مُبارک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور جو خدائی نوروں کا مظہرِ اتم و اکمل ہے، مثال یہ ہے کہ جیسے ایک طاقچہ ہو جس میں ایک چراغ روشن ہو اور وہ چراغ ایک نہایت مصفّٰی اور روشن شیشے کے اندر ہو اور شیشہ یعنی ریفلکٹر (REFLECTOR) ایسا جلی ہو گویا کہ اُن ستاروں میں سے ایک عظیم النّور ستارہ ہو جو آسمان پر نہایت آب و تاب سے درخشاں نظر آتے ہیں جنہیں کوکب درّی کہتے ہیں۔

اس تمثیل میں طاق سے مراد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک اور نہایت وسیع اور حد درجہ منشرح سینہ ہے اور مصباح سے مراد وحیِ الٰہی ہے اور یہ چراغ ایک شیشہ کی قندیل میں ہے۔ شیشہ کی قندیل سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نہایت پاک اور مقدس دل ہے۔ جو فطرتی طور پر شیشہ کی طرح پاک اور جلی اور ہر قسم کی کدورت سے منزّہ اور تعلقات ماسوی اللہ سے بکلی پاک ہے۔ اور کوکب درّی کی طرح نہایت منور اور درخشندہ ہے۔ جس کی اندرونی اور فطرتی روشنی بہہ بہہ کر باہر نکلتی اور آپ کے بیرونی قالب پر پانی کی طرح بہتی ہے۔ یُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ اور یہ چراغ زیتون کے مبارک درخت کے تیل سے جلایا جاتا ہے۔ شجرۂ مُبارکہ سے وجودِ مبارک محمدی مراد ہے جو تمام برکتوں کا مجموعہ اور ہر کمال کا جامع ہے۔ جس کا فیضان کسی جہت کسی

مکان کسی زمان سے مخصوص نہیں بلکہ عام اور دائمی ہے۔ اور زیتونی خواص رکھتا ہے۔ زیتونی خاصیت یہ ہے کہ وہ چیزوں کو قائم رکھتی ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فطرت اور تعلیم کی یہی خاصیت ہے کہ نیکی کو ضائع نہیں ہونے دیتی بلکہ قائم رکھتی ہے۔

لَاشَرْقِیَّۃٍ وَّلَاغَرْبِیَّۃٍ یعنی فطرت محمدی افراط و تفریط سے پاک ہے۔ کسی ایک طرف میلان کرنے والی نہیں نہ اُس کو مشرق سے کوئی غرض ہے نہ مغرب سے، نہ رُوس سے کوئی واسطہ نہ امریکہ سے، نہ ایشیا سے کوئی علاقہ نہ یورپ سے بلکہ اُس کی ذات حد درجہ اعتدال اور استقامت پر واقعہ ہے۔ مغرب و مشرق کی تمام خصوصیات کا جامع ہے۔ کسی کی طرفداری کرنے والا نہیں۔ آج دنیا میں ایک ایسے ہی انسان کی ضرورت ہے۔ جو لَاشَرْقِیَّۃٍ وَّلَاغَرْبِیَّۃٍ کا مصداق ہو۔ کیونکہ مشرق و مغرب کے اختلاف نے دُنیا کو تباہی کے گڑھے پر لا کھڑا کیا ہے اور انسانیت کے حال و مستقبل کو نہایت درجہ تاریکی میں داخل کر دیا ہے۔ پس زمانہ خود پکار پکار کر اُس وجود مبارک کو بلا رہا ہے۔ جو لَاشَرْقِیَّۃٍ وَّلَاغَرْبِیَّۃٍ کا مصداق ہے۔ اگر اس کی برکت نہ ہوئی اور اُس کا نُور نہ چمکا تو انسانیت کی ہلاکت یقینی ہے لیکن ایسا نہیں ہوگا بخدا ہرگز نہیں ہوگا۔ رحمۃ للعالمین کی شفاعت سے انسانیت ہلاکت سے بچائی جائے گی۔ پس زمانہ خود اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ آپؐ زندہ ہیں اور آپؐ کا نُور چمکے گا۔ اور مشرقی اور مغربی کے اختلافات ختم ہو کر تمام بنی نوع انسان ایک ہاتھ پر جمع کر دیئے جائیں گے۔

ایک ہی خدا ہوگا اور ایک ہی کتاب اور ایک ہی رسول۔ انشاء اللہ

پھر فرماتا ہے کہ یہ چراغِ وحی اس مبارک وجود کے تیل سے جلایا جاتا ہے تیل سے مراد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ عقل و نورِ فراست اور نورِ فطرت مع تمام اخلاقِ فاضلہ فطرتیہ کے ہے جو آپ کے وجودِ مبارک میں پائے جاتے تھے اور چراغ کا اس تیل سے جلنا اس مفہوم میں ہے کہ حضور کی فطرت کے پاک جوہر کے مطابق وحی نازل ہوئی گویا کہ تعلیمِ قرآن آپ کی پاک فطرت کا عکس ہے اور فیضانِ وحی آپ کی فطرت کے لطائف کے مطابق ہے اور جس طرح آپ کی فطرت نہایت مستقیم اور معتدل تھی۔ نہ مشرقی تھی نہ مغربی بلکہ حالتِ وسط پر قائم تھی۔ یہی حال قرآنی تعلیم کا ہے کہ اس میں نہ توراۃ کی طرح سختی اور نہ انجیل کی طرح بے حکمت اور فضول نرمی ہے۔ بلکہ ہر جگہ مناسب اور معتدل طریق کو اختیار کیا گیا ہے۔ یہ قرآن کریم اور سیرتِ محمدیہ کی ایسی فضیلت ہے کہ اسی ایک دلیل سے آپ کا سب نبیوں سے افضل اور اعلیٰ اور برتر ہونا اور آپ کی تعلیم کا تمام تعلیموں سے زیادہ بابرکت اور مفید اور اتم اور اکمل ہونا ثابت ہوتا ہے اور کسی مزید دلیل کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ یعنی آپ کی فطرت اور سیرت اور عقل ایسے پاک جوہر ہیں کہ بغیر نورِ وحی کے نزول کے خود بخود روشن ہونے پر مستعد ہیں۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر صرف عقل سے انسان کی ہدایت ہوسکتی تو یہ کام بھی صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل اور فراست سے ہوسکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ پر

مزید فضل کیا اور آپؐ کی فطرت کے پاک نور پر ایک اور نور نازل کیا جس سے آپ نہایت درجہ روشن اور نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہو گئے اور آپؐ کا وجود مبارک مجمعُ الاَنوار ہو گیا۔

اس آیت میں صاف طور پر بتا دیا گیا ہے کہ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود بھی نُور ہے اور قرآن بھی نُور۔ اور دونوں مل کر مجمعُ الاَنوار بن گئے ہیں۔ اور یہی وہ نُور ہے جس سے تمام کائنات نُور حاصل کرتی ہے۔ اور ہر ایک موجود کو اسی نُور سے برکت ملتی ہے اور یہ نُور ہر چیز میں ہُوِیّت ساریہ کی طرح جاری اور ہر ایک موجود کی حیات و بقاء کا ذریعہ اور قیام کا سہارا ہے گویا ہر جان کی جان یہی نُور ہے کیونکہ یہ نُور نُورُ اللہ ہے۔ اب یہ ظاہر بات ہے کہ جو نور تمام کائنات کے وجود میں آنے کا سبب ہے جس سے ہر چیز کی برکت اور قیام ہے۔ اُس پر اگر موت آئے تو تمام سلسلہ کائنات کا درہم برہم ہو جائے اور موت ہر چیز پر قبضہ کرلے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی تمام موجودات کی علت غائی ہیں جیسا کہ خدا نے آپؐ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ

اور آپ ہی کا نُور ہے جو سب سے پہلے پیدا کیا گیا۔ جیسا کہ فرمایا۔

اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ

اور پھر اُس نُور کی برکت سے تمام چیزیں وجود میں آئیں۔ اور اسی سے ہر چیز کی بقاء ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ٥ (سورۃ العلق)

یعنی تمام کائنات کو جس نے پیدا کیا وہ تیرا رب ہے۔ یعنی تمام کائنات کا وجود میں آنا آپ کی خاطر تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور اُس کی ہر چیز کو صرف اِس لئے پیدا کیا تا آپؐ کی رُبوبیت ہو سکے اور وہ آپؐ کے کام آ سکیں۔ پس سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ صحیح ہے تو آپؐ نے اِس دُنیا سے انتقال کیوں فرمایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاءؑ کی موت کو دوسرے انسانوں کی موت پر قیاس کرنا غلط ہے۔ اُن پر فنا قبضہ نہیں کرتی بلکہ اُن کی موت محض ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقال کا رنگ رکھتی ہے اور بمجرد مرنے کے اُن کو نورانی جسم دیا جاتا ہے اور اس زندگی سے اعلیٰ اور ارفع زندگی وہ پاتے ہیں۔ پس انبیاءؑ کی موت دوسرے انسانوں کی طرح نہیں کیونکہ وہ تو مرنے سے پہلے ہی اپنے مولیٰ اور محبوب کی خاطر موت کو قبول کر لیتے ہیں اور ہر دم اس کی راہ میں اپنی جان قربان کرتے رہتے ہیں اور اس کی راہ میں اس طرح فنا ہو جاتے ہیں کہ اُن کے وجود کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ پس وہ تو پہلے ہی خدا کی راہ میں مر چکے ہوتے ہیں۔ اس لئے اُن پر دوبارہ موت نہیں آتی اور اُن کی وفات محض ایک جسم کو چھوڑ کر دوسرا جسم اختیار کر لینے اور ایک مکان کو چھوڑ کر اس سے ارفع اور اعلیٰ مکان میں پہنچ جانے کا نام ہے۔ غرض جب سب انبیاءؑ بلکہ اولیاء کا یہ حال ہے تو حضور علیہ السلام کی شان تو بہت زیادہ ارفع ہے۔ [illegible] مل کر بھی اُن کے مقام کو پا نہیں سکتے۔ پھر حضورؐ

کی وفات اس لئے بھی ہوئی تا اس ذریعہ سے توحید کو تائید ملے ورنہ اگر آپؐ کو اپنے ارفع مقام کے ساتھ جسمانی عُلُو بھی حاصل ہوتا تو ہوسکتا تھا کہ بعض کم بصیرت انسانوں کے دل میں شرک کا خیال پیدا ہوتا اور وہ نعوذ باللہ آپ کو خدا سمجھنے لگتے۔ پھر حقیقت یہ ہے کہ آپؐ نے خود اپنی مرضی سے اس ظاہری وفات کو قبول کیا کیونکہ آپؐ ہزار درجہ عاشقِ الٰہی تھے۔ اور خدا سے ذرہ بھی دُوری آپؐ کو کسی طرح پسند نہیں تھی اور آپؐ اپنے مادی جسم کو اپنے محبوب کے قُرب کی راہ میں حائل سمجھتے تھے۔ اس لئے جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اختیار دیا کہ چاہیں تو دُنیا میں رہیں اور چاہیں تو اپنے محبوبِ اَزلی کے پاس آ جائیں تو آپؐ نے بہزار شوق اس دُنیا سے جانا قبول کیا بلکہ آپؐ کی ہر وقت کی پُکار ہی یہ تھی کہ

اِلَى الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى اِلَى الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى

میں اپنے بلند مرتبہ اور اعلیٰ دوست کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ میں اپنے اعلیٰ دوست کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ غرض آپؐ نے اپنی شدّتِ محبت اور عشق کی وجہ دنیا کو چھوڑا اور موت کو پسند کیا۔ آپؐ کا اللہ تعالیٰ سے عشق ایسی بیّن حقیقت تھی کہ کفّار بھی اس کا اقرار کرتے تھے اور تعجب اور حیرت سے کہتے تھے کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ۔ یعنی محمدؐ تو اپنے ربّ پر عاشق ہوگیا ہے۔ اُن کے لئے حیرت کی بات یہ تھی کہ بن دیکھے کوئی کسی پر کس طرح عاشق ہوسکتا ہے۔ نادان نہیں جانتے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر وقت اپنے محبوب کے نظارہ میں محو رہتے تھے۔ یہ خدائے حسن کا جلوہ ہی تو تھا جس نے آپؐ میں ایسی جُرأت اور دلیری اور استقامت پیدا کر دی کہ اکیلے ساری دنیا کے مقابل پر کھڑے ہوگئے اور اپنے محبوب کی

خاطر وہ بوجھ اُٹھالیا جس کے اُٹھانے سے زمین و آسمان ڈر گئے تھے اور جس کے تصوّر سے پہاڑوں کی پیٹھ خم ہو گئی تھی۔ اس درجہ وارفتہ اور اس درجہ فنا فی العشق اور اس درجہ خدا کی راہ میں اپنی جان پر ظلم کرنے والا چشمِ فلک نے کب کہیں دیکھا ہے! فَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

زندہ کتاب اور زندہ رسُول کے موضوع پر اس حد تک اِجمالی بحث کے بعد اب میں قدرے تفصیل سے بتاتا ہوں کہ اس پاک کتاب اور پاک رسُولؐ کا کیسا اعلیٰ مقام ہے اور یہ ثابت کروں گا کہ خدا کے یہ نور سب نوروں سے اعلیٰ و اصفیٰ و اجلیٰ ہیں۔ اور اُن کا مفید اور بابرکت اور فیض رساں ہونا دلائل سے ثابت کروں گا۔ اور بتاؤں گا کہ یہی ایک ذریعہ ہے جس سے ہم اپنی زندگی کے مقصد کو پا سکتے ہیں۔ اور یہی ایک راہ ہے جس سے ہم اپنے محبوبِ حقیقی تک پہنچ سکتے ہیں اور یہی ایک حصار ہے جس کے اندر رہتے ہوئے ہم شیطانی حملوں سے بچ سکتے اور خدا کے غضب سے محفوظ ہو سکتے ہیں اور یہی وہ دولت ہے جس سے اطمینانِ قلب اور سچی خوشی اور دائمی راحت حاصل ہوتی ہے اور جب یہ بات ثابت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ اس اُصُول کے ماتحت کہ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ جسے عقل بھی تسلیم کرتی ہے اور قانونِ قدرت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور مفہوم اس کا یہ ہے کہ جو چیز مفید اور بابرکت ہو اور نوعِ انسانی کی فلاح کے لئے ضروری ہو۔ خدا کا قانون یہی ہے کہ اُس کو باقی رکھا جاتا ہے۔ اور وہ فناء نہیں ہوتی۔ غرض جب قرآن کریم اور آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا مفید اور

بابرکت اور فیض رساں ہونا ثابت ہو جائے گا تو اس اصول مذکورہ کے ماتحت آپ کی دائمی اور غیر منقطع اعلیٰ زندگی بھی ثابت ہو جائے گی۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ اِلَیْہِ اُنِیْبُ ؛

قرآن کریم کا بلند مقام

جس طرح ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہی وہ نور ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا اور پھر اُس نور کی شعاعوں سے باقی موجودات ظہور میں آئیں اسی طرح قرآن کریم ہی خدا کا اَزلی اَبدی کلام ہے جس میں سے سب نبیوں کو اُن کے ظرف کے مطابق تھوڑا تھوڑا حصہ ملتا رہا ہے۔ پھر ہوتے ہوتے یہ نور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے اپنے کمالِ تام کو پہنچ گیا۔ غرض اللہ تعالیٰ نے پہلے ہر ایک نبی کو ضرورتِ قومی اور زمانی کے مطابق ہدایات دیں لیکن پھر قرآن کریم کو نازل کرکے اُن کتابوں کو منسوخ کر دیا اور اُن سے بہتر ہدایت جو تمام ہدایتوں کی جامع تھی، عطا فرمائی۔ جیسا کہ فرماتا ہے کہ

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِہَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْہَآ اَوْ مِثْلِہَا (سُوْرَۃ البقرۃ)

یعنی جو بھی تعلیم ہم منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو یا تو وہی تعلیم دوبارہ قائم کر دیتے ہیں یا اس سے بہتر عطا فرماتے ہیں۔ اس آیت میں قرآن کریم کے متعلق دو دعوے کئے گئے ہیں۔

اوّل۔ مِثْلِہَا۔ یعنی جو دائمی صداقتیں پہلی کتابوں میں تھیں۔ وہ سب

قرآن کریم میں جمع کر دی گئی ہیں جیسا کہ فرمایا۔

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَہَّرَۃً فِیْہَا کُتُبٌ
قَیِّمَۃٌ (سورۃ بیّنۃ)

یعنی خدا کے اس رسولؐ کے ذریعہ تمام آسمانی صحیفے مطہّر اور افراط و تفریط سے پاک شکل میں اور انسانی دست بُرد اور تحریف سے محفوظ کر کے قرآن میں رکھ دیئے گئے ہیں۔ اور تمام دائمی صداقتیں اس میں آ گئی ہیں۔ اور کوئی ایسی صداقت نہیں۔ جو مثلاً صُحُفِ ابراہیم یا صُحُفِ موسیٰ یا انجیل میں لکھی ہو اور قرآنِ کریم میں نہ ہو۔

دوم۔ دوسرا دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ نَأْتِ بِخَیْرٍ مِّنْہَا یعنی پہلی کتابوں کی جو تعلیم منسوخ کر دی گئی ہے اس سے بہتر تعلیم قرآن میں دی گئی ہے مثال کے طور پر توحید ہے جو ہر سچے مذہب کا نقطۂ مرکزی ہے کوئی سچی آسمانی کتاب نہیں ہو سکتی جو اس مسئلہ کو بیان نہ کرے لیکن پہلی کتابوں نے علمِ توحید کو بالکل سطحی اور موٹے طور پر بیان کیا ہے اور صرف شرکِ جلی سے روکا ہے لیکن قرآن کریم نے اس پر نہایت بسط سے بحث کی ہے اور نہایت اعلیٰ دلائل سے اور مضبوط نشانوں سے اس کی صداقت کو ثابت کیا ہے اور بتایا ہے۔ کہ شرک صرف جلی ہی نہیں ہوتا بلکہ شرکِ خفی بھی ہوتا ہے۔ صرف بُتوں کو سجدہ کرنا ہی شرک نہیں بلکہ کسی چیز سے ایسی محبت کرنا اور وہ عزت دینا جو خدا کا حق ہے، شرک ہے۔ کسی کی طرف ذاتی حمد منسوب کرنا شرک ہے کیونکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہی اصل حقیقت ہے۔ جب تک انسان ہر خوبی کو خدا کی طرف منسوب نہ کرے مُوَحِّد نہیں جبتک اُس کی محبت خدا کے لئے اور اُس کی دشمنی خدا کی خاطر نہ ہو جائے

اس طرح پر کہ اپنی مرضی اور اپنے ذاتی رجحان کا شائبہ تک اس محبت اور نفرت میں باقی نہ رہے، انسان موحد نہیں ہو سکتا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ

کہ ہم خدا کے رسُولوں میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے۔ سب کو قبول کرتے ہیں۔ سب سے محبت کرتے ہیں کیونکہ ہماری محبت زید و بکر سے نہیں۔ نہ ہی ہماری محبت میں اپنی پسند کا دخل ہے بلکہ ہماری محبت صرف خدا کی ذات سے ہے۔ اور ہر ایک جو اس کی طرف سے آتا ہے اور اس کو پیارا ہے ہمیں بھی پیارا ہے۔

پھر صرف علمی توحید ہی نہیں سکھائی بلکہ عملی توحید بھی سکھائی ہے۔ جو یہ ہے کہ

اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ
الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَہٗ

یعنی میری عبادتیں اور قربانیاں ہی خدا کے لئے نہیں بلکہ میری زندگی کا ہر ہر لمحہ اور میرا ہر سانس اور میرا اٹھنا اور بیٹھنا، سونا اور جاگنا، کھانا پینا، سارے تعلقات دوستیاں اور دشمنیاں، جذبات و خیالات، غرض میرا مرنا اور میرا جینا سب اللہ کے لئے ہے جو سب موجودات کا پیدا کرنے والا اور اُن کی پرورش کرنے والا ہے لَا شَرِیْکَ لَہٗ میں اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا نہ علمی طور پر اور نہ ہی عملی طور پر۔ بات یہ ہے کہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حد درجہ کے یک رنگ انسان تھے۔ آپؐ کی سیرت و اخلاق کی یہ یک رنگی ہی تھی جس نے آپؐ کو ہر میدان میں ہر انسان سے افضل و اعلیٰ اور برتر بنا دیا۔ حضورؐ کے کسی فعل کو کسی قول کو کسی حرکت کو کسی سکون کو لے لو، آپؐ کی کسی تعلیم کو لے لو۔ اُس کا

نقطۂ مرکزی **توحید** کو پاؤ گے۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام تعلیمات خواہ وہ رُوح سے تعلق رکھتی ہوں یا جسم سے، اُن کا تعلق کھانے پینے سے ہو یا بیویوں کے تعلقات سے یا جسم کی ظاہری طہارت سے، تان تمام باتوں کی آخر توحید پر ٹوٹتی ہے۔

غرض قرآن کریم میں علمِ توحید ایسے اعلیٰ طور پر بیان ہوا ہے کہ باقی ساری کتابیں ملا بھی لی جائیں تو اس کا ہزارواں حصّہ بھی بیان نہیں کر سکتیں۔ مثلاً توراۃ کی تعلیم ہے کہ تو اپنے سارے دل اور ساری جان اور ساری طاقت سے خدا سے محبت کر۔ یہ کیسی خوبصورت تعلیم ہے۔ لیکن قرآن کریم میں یہ تعلیم بھی ہے اور اس سے بڑھ کر بھی کیونکہ یہ تعلیم صرف عَدل کی تعلیم ہے۔ اس لیے کہ جان اور دل اور طاقت کس کی ہے؟ خدا ہی کی ہے نا! پس خدا کی چیز خدا کو واپس کر دی تو عدل کیا۔ ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

لیکن قرآن کریم اس سے بڑھ کر تعلیم دیتا ہے۔ فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی

اللہ تعالےٰ تمہیں عدل کا حکم دیتا ہے یعنی انصاف کرو اور حقدار کو اس کا حق دے دو اور جو امانت تمہارے پاس رکھائی گئی ہے اُس کے مالک کو واپس کر دو۔ تمہارا سب کچھ خدا کی امانت ہے۔ تمہاری جان بھی اور تمہارا دل بھی اور اُس

کے سارے جذبات بھی اور تمہاری رُوح اور اُس کی سب طاقتیں بھی۔

پس یہ سب کچھ اُسے دے دو اور ہر چیز سے بڑھ کر اس سے محبت کرو۔ کیونکہ

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

مومن وہ ہے جو ہر پیاری سے پیاری چیز سے بڑھ کر اللہ سے محبت کرے اسی طرح فرمایا۔

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ

یعنی **نجات یافتہ** کون ہے وُہی جو اپنے سارے وجود کو اور اُس کی تمام طاقتوں اور کمالات کو خدا کی امانت سمجھتا ہے اور پورے اطمینان اور پُوری بشاشت کے ساتھ خدا کی امانتیں اُسے واپس کر دیتا ہے۔ صرف اتنا سر ہی اُس کے آستانے پر نہیں جھکاتا بلکہ اپنی رُوح اور اپنا دل اور اپنا سب کچھ اُس یارِ یگانہ کے قدموں میں ڈال دیتا ہے۔

لیکن قرآن کریم تورات کی طرح یہیں بس نہیں کر دیتا۔ بلکہ مقام عدل کو بائیبل کے مقام عدل سے بھی بہتر طور پر بیان کرنے کے بعد احسان کی بھی تعلیم دیتا ہے اور احسان یہ ہے کہ عدل میں تو کچھ تکلف ہوتا ہے اور انسان ایک فرض سمجھ کر اور جبر کر کے اس امانت کو واپس کرتا ہے۔ لیکن احسان کا موقع وُہ ہوتا ہے کہ انسان فطری جوش اور طبعی طور پر نہ کہ کسی بناوٹ سے سب کچھ اپنے پیدا کرنے والے پر قربان کر دیتا ہے اور اُس کے حُسن کو دیکھتا اور اس کے جمال کی طرف اپنے جمیع وجود کے ساتھ کھنچا جاتا ہے

پھر تیسرا مقام اِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی کا ہے یعنی خدا تعالیٰ سے وہ اکمل اور اتمّ تعلق جس طرح باپ بیٹے کے درمیان یا ماں اور اُس کے بچے کے درمیان ہوتا ہے اور انسان خدا تعالےٰ سے ایسی کامل اور ذاتی محبت کرنے لگتا ہے جس کی مثال کسی دوسرے رشتے میں نہیں مل سکتی۔ یہ نہایت ہی ارفع مقام ہے لیکن اس کی طرف صرف قرآن ہی نے رہنمائی کی ہے۔ کسی پہلی کتاب نے نہیں کی۔

پھر قرآنی تعلیم کے بہتر ہونے کا ایک ثبوت یہ ہے کہ یہ تعلیم نہایت درجہ حدّ اعتدال پر واقع ہے اور صراطِ مستقیم کی طرف راہ نمائی کرتی ہے مثلاً تورات کی تعلیم انتقامی تھی اور انجیل ہر موقعہ پر عفو کی تعلیم دیتی ہے اور حکمت کو مدِ نظر نہیں رکھتی۔ قرآن کریم نے اِن دونوں سے بہتر تعلیم دی جیسا کہ فرمایا۔

جَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَ
اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ

یعنی اگر کوئی تمہیں تکلیف دے تو تم بھی اس حد تک اُسے تکلیف دے سکتے ہو جتنی تکلیف تمہیں اُس سے پہنچی، اس سے زیادہ نہیں لیکن اگر تم اپنے بھائی کا قصور معاف کر دو بشرطیکہ تمہارا عفو حکمت اور خیر خواہی پر مبنی ہو کمزوری اور بدخواہی پر مبنی نہ ہو اور عفو سے مقصد قصوروار کی اصلاح ہو تو یہ طریق بہت ہی اچھا اور اللہ تعالےٰ کی رضا کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اگر ایسا کرو گے اور اپنے قصوروار کو محض خدا کی خاطر اور خود اُس قصوروار کے فائدہ کی خاطر

بخش دو گے تو خدا بھی تمہاری خطائیں بخش دے گا اور تم اپنے خدا سے اُس کا اجر پاؤ گے۔

تیسرے قرآنی تعلیم صرف احکام شریعت ہی بیان نہیں کرتی بلکہ حکمت بھی بیان کرتی ہے اور اس طرح سے انشراح صدر پیدا کرتی ہے اور مسلمان شریعت کو عیسائیوں کی طرح لعنت نہیں سمجھتا بلکہ نعمت عظمیٰ یقین کر کے پوری بشاشت سے اس کو قبول کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت کو ذِکر کا نام دیا گیا ہے جس کے معنے یاد دہانی کے ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ شریعت کوئی بوجھ نہیں بلکہ نعمت ہے کہ انسان کو اس کی بھولی ہوئی ذمہ داریاں یاد دلاتی ہے اور وہ تقاضے انسان کی فطرت میں لاتی رہتی ہے جن تقاضوں کو پورا کئے بغیر نفس انسانی کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔

پہلی تعلیمیں مختص بالقوم اور مختص بالزمان تھیں اس لیے وہ کامل نہیں کیونکہ ان کو کامل اصلاح کا موقع نہیں ملا۔ لیکن قرآن کریم تمام قوموں اور تمام زمانوں کے لئے ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ

یعنی قرآن کریم تمام قوموں اور تمام زمانوں کے لیے نصیحت ہے اور ہر آدم زاد کے لئے خواہ وہ کسی قوم یا کسی زمانہ سے تعلق رکھتا ہو وہ ذرائع بہم پہنچاتا ہے جن کے ذریعہ وہ انسانیت کا شرف حاصل کر سکتا اور اپنی پیدائش کے مقصد کو پا سکتا ہے۔

پھر اسلام کو کامل اصلاح کا موقعہ ملا۔ اس نے حیوانوں کو انسان اور انسانوں کو با اخلاق انسان اور با اخلاق انسانوں کو باخدا انسان بنایا۔ ایسی وسیع اصلاح کا

کسی دوسری کتاب کو موقع ملا نہ وہ کر سکتی ہیں۔

نیز قرآن کریم مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ دوسری کتابیں قومی خدا پیش کرتی ہیں۔ اُن کے نزدیک خدا اسرائیل کا خدا یا بھارت ورت کا خدا ہے لیکن قرآن کریم اُس خدا کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو رَبُّ العٰلمین ہے۔ سب جہانوں اور تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا، اُن کی پرورش کرنے والا، اُن سے پیار کرنے والا ہے۔ اُس کی نظر میں اس کی سب مخلوق برابر ہے وہ سب کی اصلاح چاہتا ہے۔ اسی لئے اُس نے قرآن کریم نازل کیا۔ تا ربوبیتِ عالمین کا سامان کرے اور اس میں وہ تمام وسائل جمع کر دیئے جن کی کسی بھی انسان کو کسی بھی زمانہ میں اپنی علمی اور عملی اور رُوحانی اور اخلاقی اور مادی ترقی کے لئے ضرورت ہو سکتی ہے۔

قرآن کریم کی برتری کی ایک یہ بھی دلیل ہے کہ یہ اپنے دعویٰ کو دلائل کے ساتھ ثابت کرتا ہے۔ یہ نہیں کہ کسی اور کا محتاج ہو جیسا کہ فرمایا کہ

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ

کہ یہ قرآن صرف ہدایت ہی نہیں بلکہ ہدایت کے واضح اور روشن دلائل اور ایسے دلائل جو حق و باطل میں فرق کر دیں، اپنے ساتھ رکھتا ہے اور کِتَابٌ مُّبِیْنٌ ہے جو اپنے ہر دعویٰ کو دلیل سے ثابت کرتی ہے۔ یہ بھی ایسی خوبی ہے جو کسی دوسری کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ پھر یہی نہیں کہ اپنی صداقت کے دلائل رکھتا ہے بلکہ [illegible] کے موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور اُن کی کتابوں پر بھی احسان ہیں کہ اُن میں بیان شدہ باتیں بغیر دلیل تھیں اور لوگ اُن کی وجہ سے شبہ میں پڑ رہے تھے۔ قرآن نے آکر

اُن کے دلائل بیان کئے اور نہ صرف اپنی صداقت ثابت کی بلکہ اِن کتابوں کی صداقت بھی ثابت کی جیسا کہ فرمایا۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا
بَیْنَ یَدَیْہِ مِنَ الْکِتٰبِ وَمُھَیْمِنًا عَلَیْہِ

(سورۃ المائدہ رکوع ۷)

یعنی ہم نے تجھ پر یہ کامل کتاب نازل کی ہے جس کی تعلیم حق پر مشتمل ہے اور قطعی اور یقینی دلائل سے اپنی پیش کردہ تعلیم کا حق ہونا ثابت کرتی ہے نیز اس سے پہلے جو کتابیں گزر چکی ہیں اُن کی صداقت بھی ثابت کرتی ہے۔ نیز **مہیمن** ہے کہ پہلی کتابوں میں بیان شدہ صداقتوں کے دلائل بیان کرنا اُس نے اپنے ذمہ لے لیا ہے اور اس طرح سے تمام صداقتوں کو ضائع ہونے سے بچا کر محفوظ کر لیا ہے۔

یہ مقابلہ اُس تعلیم میں ہے جس میں قرآن کریم اور دوسری کتابیں مشترک ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ بھی **قرآن کریم** میں ایسے **علوم** اور **معارف** ہیں جن کا دُوسری کتابوں میں نام و نشان نہیں۔ مثال کے طور پر مبدء و معاد کے متعلق قرآن کریم نے جس طرح سے تفصیلی بحث کی ہے اور اُخروی زندگی کی حقیقت کو جس طرح دلائل سے ثابت کیا ہے اور اس پر **زندہ ایمان** پیدا کیا ہے۔ یہ بات کسی اور کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ اسی وجہ سے فرماتا ہے کہ

عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ط وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ
عَلَیْکَ عَظِیْمًا ۝

یعنی اللہ تعالیٰ نے تجھے وہ علوم عطا فرمائے ہیں جنہیں تو نہیں جانتا تھا۔ اور

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور ذریعہ سے تُو وہ علوم حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اللہ تعالےٰ کا جو فضل تجھ پر نازل ہوا وہ کسی دوسرے پر نہیں ہوا۔ جو علوم و معارف تجھے دیئے گئے وہ کسی دوسرے کو نہیں دیئے گئے۔ نیز فرماتا ہے۔

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ (سورۃ العلق)

قرآن کریم کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جنہیں وہ پہلے نہ جانتا تھا۔ نہ وہ علوم کسی کتاب میں موجود تھے نہ کسی دوسرے استاد سے سیکھے جا سکتے تھے۔

نیز فرماتا ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ
نِعْمَتِیْ (سورۃ المائدہ رکوع ۱)

آج میں نے اس قرآن کے ذریعہ تمہاری تمام دینی ضروریات تمہیں کامل طور پر مہیا کر دی ہیں اور کوئی دینی ضرورت ایسی نہیں رہی جو بیان ہونے سے رہ گئی۔ اکمال کے لفظ میں قرآن کریم کی کیفیت یعنی (QUALITY) میں دوسری کتابوں پر فوقیت کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی تمام اصول اور ضروریات دینیہ جو پہلی کتابوں میں بیان تھیں قرآن کریم میں اکمل رنگ میں موجود ہیں یعنی پہلے نبیوں نے انسانیت کو عروج کے جس مقام تک پہنچایا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس لئے آئے ہیں کہ اُسے اُس مقام سے بھی بالا لے جائیں اور انسانیت کے لئے عروج و ترقی کے ایسے سامان کریں جن سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

بُعثت لاتمم مکارم الاخلاق

مَیں اس لئے آیا ہوں کہ تا انسان کو اُن **اخلاقی بلندیوں** سے آگے لے جاؤں جہاں تک وُہ پہنچا تھا اور تمام اخلاقی رفعتوں کو اپنی ذات میں اکٹھا کر کے بنی نوع انسان کے لیے **اخلاقیات** اور **رُوحانیات** کا ایک کامل نمونہ مہیا کروں۔ آگے فرماتا ہے وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ میں نے آج تمہارے لیے اپنی تمام نعمتوں کے حصول کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ **اتمام نعمت** میں قرآن کریم کے دوسری کتابوں پر **کمّی** یعنی QUANTITATIVE **تفوق** کا ذکر ہے مطلب یہ کہ تمام فروعات دینیہ اور وہ باتیں جو پہلی کتابوں میں موجود نہیں تھیں لیکن نزول قرآن کے وقت نیز آئندہ زمانوں میں اُن کی ضرورت پیدا ہونے والی تھی وہ باتیں بھی قرآن کریم میں بیان کر دی ہیں۔ اسی طرح **اکمال دین** میں ظاہری شریعت کے کمال کی طرف اشارہ ہے اور **اتمام نعمت** کے نقطہ سے اس کے باطنی فیوض و برکات اور روحانی نوروں کے کمال کی طرف اشارہ ہے پھر فرماتا ہے۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ (سورۃ ابراہیم آخری آیت)

یعنی انسانی ضرورت کی تمام باتیں اس میں آگئی ہیں۔

مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ

کوئی صداقت اور کوئی ضرورتِ دینی قرآن میں بیان ہونے سے رہ نہیں گئی۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ز
فَاَبٰى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝ (سورۃ اسراء ع ۱۰)

ہم نے اس قرآن میں انسانی ضرورت کی تمام باتیں مختلف پیرایوں میں پوری وضاحت

کے ساتھ بیان کر دی ہیں اور کسی تعلیم کا کوئی پہلو تشنۂ تکمیل نہیں چھوڑا - ایک ہی اخلاقی تعلیم مثال کے طور پر ایک سخت طبیعت اور منتقم مزاج انسان کے لیے ایک رنگ میں اور ایک نرم طبیعت اور صلح جو شخص کے لیے دوسرے رنگ میں بیان کی گئی ہے۔ لیکن انسان پر افسوس وہ پھر بھی انکار کرتا چلا جاتا ہے۔ اور خدا کے احسانوں کا شکر گزار نہیں ہوتا۔

اور فرماتا ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ
اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (سورۃ الحجر ع ۲)

ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے موجود ہیں۔ لیکن ہم انھیں حسب ضرورت اور بوقتِ ضرورت ہی نازل کرتے ہیں۔ قرآن کریم علوم و معارف کے بے انتہاء خزانے اپنے اندر رکھتا ہے اور ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق وہ خزانے ظاہر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ گویا جس طرح اس مادی عالم میں انسان کی جسمانی ضرورت کے تمام سامان موجود ہیں۔ اس روحانی عالم میں انسان کی روحانی ضرورت کے سب سامان موجود ہیں۔ جو سونے اور چاندی اور ہیروں کے دفینوں کی طرح ہیں۔ کہ بوقتِ ضرورت اُنہیں کھود کر نکالا جا سکتا ہے۔

غرض قرآن کریم تمام علوم کا جامع ہے۔ تمام علوم خواہ وہ الٰہیات سے تعلق رکھتے ہوں یا انسان کی مادی ضرورتوں سے روحانی ہوں یا جسمانی سارے کے سارے اصولی طور پر قرآنِ کریم میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اس میں علمِ حساب بھی ہے علم جغرافیہ اور علمِ تاریخ بھی۔ اس میں زمین کی ابتدا کے متعلق مفصل

بحث ہے۔ اسی طرح علم طب اور دُوسرے سائنسی علوم کے متعلق اُصُولی تعلیم ہے۔ اس میں علم الاخلاق بھی ہے اور علم سیاست بھی۔ اس میں عائلی قوانین بھی بیان ہیں اور بین الاقوامی امن قائم کرنے کے اُصُول بھی۔ غرض انسان کی تمام رُوحانی اور جسمانی ضرورتوں کے پُورا کرنے کے سامان ہیں۔ کوئی ایسی حقیقت نہیں۔ جو اس میں بیان شدہ نہ ہو۔ کوئی ایسا سوال نہیں جو فکرِ انسانی پیدا کرے اور قرآن اُس کا جواب نہ دے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن کریم کی تعریف میں فرماتے ہیں ؎

پہلے سمجھے تھے کہ مُوسیٰؑ کا عصا ہے فُرقان
پھر جو سوچا تو ہر اِک لفظ مسیحا نکلا

اس شعر میں حضورؑ نے قرآن کریم کی بڑائی کے دو پہلو بیان فرمائے۔ اوّل عصائے موسیٰؑ کی طرح باطل کا مقابلہ اور دفعِ شر۔ دوسرے یہ کہ اس کا ہر لفظ اپنے اندر مسیحائی رکھتا ہے اور افاضۂ خیر اور مُردوں کو زندہ کرنے کی بے نظیر اور بے مثال صفت اس میں پائی جاتی ہے۔

یہی بات اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے شروع میں سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیات میں پیش کی ہے کہ قرآن کریم افاضۂ خیر اور باطل کے مقابلہ میں بے نظیر ہے یہی وجہ ہے کہ دوسری کتابوں کو منسوخ کرکے اُسے قائم کیا گیا ہے فرماتا ہے

الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى
لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

اس کتاب کا نازل کرنے والا میں ہوں یعنی اللہ جو تمام خوبیوں کا جامع اور

تمام عیوب سے پاک ہوں اعلم ہوں کہ ہر بات جانتا ہوں کوئی چیز میرے علم سے باہر نہیں۔ کسی دوسری ہستی کا علم میرے علم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ کتاب جو دنیا کے سامنے پیش کی جارہی ہے۔ یہی ہر ایک لحاظ سے **کامل کتاب** ہے اس میں کسی قسم کی شکی بات نہیں۔ **متقیوں** کے لئے عظیم الشان **ہدایت** ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ کوئی چیز اسی وقت اعلیٰ ہو سکتی ہے جب کہ اس کی چاروں **علتیں** یعنی علت[۱] فاعلی، علت[۲] مادی، علت[۳] صوری اور علت[۴] غائی اعلیٰ درجہ کی ہوں اور قرآن کریم اسی لیے بے نظیر ہے۔ کہ یہ چاروں علتوں کے لحاظ سے بے نظیر ہے۔ اس کی علت فاعلی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یعنی اس کا فاعل اور نازل کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ جس کے برابر کوئی نہیں۔ اور اس کا مادہ اللہ تعالیٰ کا علم ہے جس کے برابر کوئی دوسرا علم نہیں ہو سکتا۔ اور علت صوری کے لحاظ سے بھی بے نظیر ہے کہ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ ہے یعنی کامل کتاب ہے جس میں کسی قسم کا نقص نہیں اور ہر شک و شبہ سے بالا ہے اور اس کا مقصد بھی نہایت اعلیٰ ہے یعنی متقیوں کی ہدایت کرنا اور انہیں انتہائی ترقیات کی راہ دکھانا غرض چاروں علتوں کے لحاظ سے بے **نظیر** اور بے **مثل** ہے۔

پس ذٰلِكَ الْكِتَابُ میں اس کے افاضۂ خیر میں کامل ہونے کو پیش کیا ہے۔ اور کہ ہر لحاظ سے کامل ہے انسان کے لئے تمام ترقی کی راہیں کھولتا ہے۔ وہ نئی زندگی عطا فرماتا ہے جس کے بغیر انسان **آسمانی بادشاہت** میں داخل نہیں ہو سکتا اور ملکوت السمٰوٰت کی سیر نہیں کر سکتا۔ اور

لَا رَیْبَ فِیْہِ میں اُس کے شر سے پاک ہونے اور عصائے موسیٰ کی طرح باطل کے مقابلہ کی طاقت کو پیش کیا ہے کہ اس میں کوئی ظنّی اور شکّی بات نہیں۔ اس کی تمام تعلیمات قطعی اور نہایت محکم بنیادوں پر قائم ہیں۔ اس کی تعلیمات میں کسی قسم کا نقص نہیں یعنی کوئی ضروری بات بیان ہونے سے رہ نہیں گئی اور کسی جگہ خلا نہیں رہنے دیا گیا۔ اس لئے کہ قرآن کریم خدا کا قول ہے اور خدا کے قول کے لئے ضروری ہے کہ وہ خدا کے فعل یعنی **قانونِ قدرت** سے کامل مطابقت رکھتا ہو۔ جس طرح نیچر میں کہیں خلاء اور خلل نظر نہیں آتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ
الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝ (سورۃ الملک)

تمہیں خدا کے کاموں میں کہیں اختلاف و تفاوت نظر نہیں آئے گا۔ خوب غور سے دیکھو تو تمہیں کہیں بھی کوئی بگاڑ اور خلل نہیں نظر آئے گا اور کہیں تم خلاء نہیں پاؤ گے بلکہ تمہیں ہر جگہ ایک ہی قانون کام کرتا نظر آئے گا اور دیکھو گے کہ یہ تمام کارخانہ سلسلہ در سلسلہ بغیر کسی خلل اور تفاوت کے چلتا چلا گیا ہے۔

غرض جس طرح خدا کے فعل میں کہیں خلاء اور نقص نظر نہیں آتا خدا کی تعلیم میں بھی یہی بات پائی جاتی ہے۔ قرآن کریم نے اپنی تعلیم میں کہیں بھی صرف منفی پہلو کو اختیار نہیں کیا بلکہ جہاں ایک بات سے روکا ہے تو اُس خلاء کو پُر کرنے کے لیے ساتھ ہی کوئی مثبت حکم بھی دیا ہے اگر لَا اِلٰہَ کہہ کر ایک خلاء پیدا کیا ہے تو فوراً اِلَّا اللّٰہ کے ذریعہ سے اُسے پُر کر دیا ہے۔ اگر غیر اللہ کی محبت سے کسی کو پاک کیا ہے تو اُس گھر کو خالی نہیں رہنے دیا بلکہ اللہ کی محبت اس میں پیدا کرکے

اس کمی کو بااحسن طریق پورا کر دیا ہے۔ اگر شراب سے روکا ہے تو اس کی جگہ معرفتِ الٰہی کے جام پلا کر ایک اور ہی نشہ پیدا کر دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام صحابہ کی تعریف میں فرماتے ہیں۔

تَرَکُوْا الغَبُوْقَ وَبَدَّلُوا من ذوقِہٖ ذوق الدّعاءِ
بلیلۃ الاحزان

اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں رَہ کر رات کو شراب پینے کی عادت ترک کر دی اور اس کی جگہ ایک اَور ذوق پیدا کر لیا۔ ایک دوسرے نشہ کی عادت ڈال لی یعنی راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر خدا تعالےٰ کے حضور میں رونا اور اُس سے مُناجات کرنا اُن کا شیوا ہو گیا۔ گویا مئے ناب چھوڑ کر انہوں نے مئے عشق کی عادت ڈال لی۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اصلاح میں ایسی کامیابی حاصل ہوئی کہ جو کسی دوسرے انسان کو نہیں حاصل ہوئی۔ کیونکہ آپؐ نے اس اُصول کو اچھی طرح سے سمجھا تھا۔ کہ نیچر خلاء کو برداشت نہیں کر سکتا۔ پس آپ نے اپنی اصلاحات اور تعلیمات میں اس بات کا خاص خیال فرمایا کہ کہیں خلاء نہ رہنے پائے۔ کہیں اور کسی موقعہ پر ایسی تعلیم نہ ہو جو صرف منفی پہلو رکھتی ہو بلکہ ایسی تعلیم پیش کی جو نہی و اثبات کا نہایت متوازن اور متناسب امتزاج ہے۔ آپ باطل کے مار بھگانے میں اسی لئے کامیاب ہوئے کہ زَھَقَ الْبَاطِلُ کے نتیجہ میں جو خلاء پیدا ہوا۔ اُسے جَآءَ الْحَقُّ کے ذریعہ سے پُر کر دیا۔

غرض قرآن کریم لاریب کتاب ہے اس میں کوئی نقص اور خلل نہیں نیز کسی کا حق نہیں مارا گیا۔ نہ اللہ تعالیٰ کا، نہ ملائک کا، نہ دوسری مخلوقات کا نہ انسانی معاشرہ کا، نہ خود انسان کے اپنے نفس کا۔ بلکہ ہر ایک کے حقوق مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ یہ عدل کا بے نظیر قانون قرآنی تعلیم کی فوقیت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ بعض تعلیمیں اللہ کے حقوق دلاتی ہیں تو حقوق العباد کو بھول جاتی ہیں۔ بعض دوسری تعلیمیں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں دلواتی ہیں لیکن حقوقِ نفس کو نظر انداز کر دیتی ہیں۔ لیکن اسلامی تعلیم یہ ہے کہ جہاں ہم پر ہمارے ربّ کے اور دوسرے بندوں کے حقوق ہیں وہاں خود ہمارے نفس کے بھی کچھ حقوق ہیں۔ غرض اس طرح سے اسلام نے انسان کی جائز خواہشات کے جائز طور پر پورا کرنے کے سامان پیدا کیئے اور نفس کو اتنا نہیں کچلا کہ وہ بغاوت پر آمادہ ہو جائے۔ اور ہمیں سکھایا کہ شہوات کا ترک نیکی نہیں۔ بلکہ ناجائز شہوات کا ترک نیکی ہے اور اسلام میں رہبانیت نہیں۔ اس طرح سے ہمیں خواہ مخواہ کے احساسِ جرم کے بھاری بوجھ سے جو کہ نفسیاتی طور پر اطمینانِ قلب کا سب سے بڑا دشمن ہے نجات دے کر حصولِ اطمینان کی ایسی راہ بتائی جس نے اسی دنیا میں ہمارے لئے جنّت کی راہیں کھول دیں اور مزید احسان یہ کیا کہ بتایا کہ انسان کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے پیدا کیا ہے۔ اس لئے اس کی سب طاقتیں بھی اسی لئے ہیں۔ کہ اُن کے جائز اور باموقع استعمال سے وہ خدا کا قرب حاصل کرے اس لئے اگر تم اس اصل الاصول کو سمجھ لو کہ تم خدا کے ہو تو جو کام بھی تم کرو گے خواہ وہ بظاہر تمہارے نفس کی خواہش

کا پورا کرنا ہو وہ نیکی ہوگا۔ تمہارا کھانا پینا تمہارا سونا جاگنا، تمہارا اپنی بیویوں سے تعلقات قائم کرنا اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہے تو یہ سب نیکیاں اور عبادات ہیں جن کے ذریعہ تمہارے نفوس کی تکمیل ہوگی۔

مختصر یہ کہ قرآن کریم لَا رَیْبَ کتاب ہے۔ شک و شبہ سے بالا، نقص سے پاک جس میں کسی کا حق نہیں مارا گیا۔ کوئی خلل اور خلاء نہیں پیدا کیا گیا۔ کسی پر تہمت نہیں لگائی گئی۔ کسی کو اُس کے مقام سے نہیں گرایا گیا۔

پھر قرآن کریم

شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ

ہے۔ دل کی تمام بیماریوں کا علاج کرتا ہے۔ شک، بدظنّی، بزدلی، بے یقینی، عدمِ استقامت، وسوسہ سب کا علاج اس میں موجود ہے۔ نفس کی بے راہی اور بے قیدی سے چھڑاتا ہے اور شیطان کے دام سے رہائی دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ

اے شیطان! میرے بندوں پر تجھے کوئی اختیار حاصل نہیں۔ تو اُن کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس لیے کہ وہ قرآن کریم اور سُنّتِ نبوی کے حصن حصین میں داخل ہو کر خدا کی حفاظت میں آ گئے ہیں اور اس تعلیم پر عمل پیرا ہیں۔ جو لَا عِوَجَ لَہٗ کی مصداق ہے جس میں کوئی کجی نہیں جس کا متّبع کبھی کجرو اور حق سے برگشتہ نہیں ہو سکتا۔

پھر ان دونوں پہلوؤں یعنی دفعِ شر اور افاضۂ خیر کو ایک جگہ اکٹھا کر

دیا - اور فرمایا -

طٰهٰ ○ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى ○ (طٰہٰ ع ۱)

اے مردِ کامل ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نہیں نازل کیا کہ تو ناکامی کا مُنہ دیکھے۔ بلکہ قرآن کریم ہر خیر و خوبی اور ہر کامیابی و کامرانی کی کلید ہے جس کا متبع ہر شقاوت و بدبختی سے بچ جاتا اور اپنی تمام مُرادوں کو پا لیتا اور تمام مقاصد میں کامیاب ہو جاتا ہے اور اس دعویٰ کا ثبوت خود تیری ذات ہے جس میں قرآنی تعلیم کی پیروی کے نتیجہ میں انسانیت کے تمام کمالات پیدا ہو گئے ہیں اور مردانگی کے تمام جوہر ہویدا ہو گئے ہیں۔

اسی طرح فرمایا کہ قرآن کریم اِحۡیَاءِ مَوۡتٰی کی صفت میں بے نظیر و بے مثال ہے، فرماتا ہے۔

اِعۡلَمُوۡٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحۡىِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا

اللہ تعالیٰ اس قرآن اور اس رسُول کے ذریعہ مُردہ زمین کو زندہ کر رہا ہے۔

نیز فرماتا ہے۔

تَاللّٰهِ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيۡطٰنُ اَعۡمَالَهُمۡ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الۡيَوۡمَ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ○ وَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ‌ۙ وَهُدًى وَّرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ○ وَاللّٰهُ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ

بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ۝

(سورۃ النحل ع ۸)

ہمیں اپنی ذات کی قسم ہے کہ ہم نے تجھ سے پہلے لوگوں میں رسول بھیجے تھے۔ جنہوں نے لوگوں کو حق پر قائم کیا لیکن پھر شیطان نے اُن کی راہ کاٹی اور اُن کے بُرے اعمال انہیں اچھے کرکے دکھائے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج شیطان ہی اُن سب کا دوست ہے اور انہیں دردناک عذاب ملے گا۔ اور چونکہ آج ساری دُنیا شیطان کی دوست ہوگئی ہے رحمٰن کا دوست کوئی نہیں رہا۔ اس لیئے ہم نے تجھے بھیجا ہے تاکہ تو ایسے لوگ پیدا کرے جو رحمٰن کے دوست ہوں ۔ اور ہم نے تجھ پر یہ کامل کتاب نازل کی ہے تاکہ تو اس حقیقت کو دُنیا کے سامنے کھول کر بیان کرے جس حقیقت کی لوگ مخالفت کر رہے ہیں ۔ نیز یہ کتاب مومنوں کے لیے ہدایت محض اور رحمت محض ہے۔ اللہ ہی ہے جس نے آسمان سے یہ رُوحانی پانی نازل کیا ہے اور اُس کے ذریعہ اہلِ ارض کو اُن کی موت کے بعد از سرِ نو زندہ کر دیا ہے۔ یہ ایک بہت بڑا نشان صداقت ہے لیکن اس سے وہی فائدہ اُٹھاتے ہیں جو بات کو سُنتے ہیں۔

اس آیت میں قرآنِ کریم کے متعلق مندرجہ ذیل دعوے کئے گئے ہیں ۔ مُردوں کو زندہ کرتا ہے جس کے ذریعے سے لاکھوں مُردے زندہ کئے گئے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے ۔ یہ ہدایت ہے یعنی رُوحانی اندھوں کو بصارت عطا کرتا ہے۔ اور اٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ کہہ کر بتایا کہ بہرے اِس کے ذریعہ سُننے لگتے ہیں۔ مشکوٰۃ میں بخاری کے حوالہ سے حدیث نقل کی گئی

ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے ذریعہ اندھوں کی آنکھیں کھولے گا۔ اور بہروں کو شنوائی عطا کرے گا اور پردوں میں پڑے ہوئے دلوں پر سے غفلت کے پردے دُور کر دے گا، (مشکوٰۃ باب فی فضائل نبیّنا صلعم) پھر فرمایا کہ یہ مومنوں کے لئے رحمت ہے۔ انہیں خدا کے فضلوں احسانوں اور اُس کے غفران کا وارث بناتا ہے۔

ظاہری حُسن

ظاہری شکل اور فصاحت و بلاغت اور لطافت مضامین اور حُسن بیان امد اُبلغ اور محکم ترتیب میں بھی بے نظیر ہے۔ اس کے الفاظ میں ایسی لطافت اور کشش اور جذب ہے کہ جو نہیں سمجھتے۔ وہ بھی مسحور ہو جاتے ہیں۔ فرماتا ہے

اَللّٰهُ اَنْزَلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا
مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ
رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى
ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ
يَّشَآءُ

(سورۃ زُمر آیت ۲۴)

یہ کلام جو اپنے ظاہری اور باطنی حُسن کے لحاظ سے ہر کلام پر فوقیت رکھتا ہے اللہ ہی کا نازل کردہ ہے یہ ایک ایسی کتاب ہے جو متشابہ ہے یعنی اُس کے مختلف حصّے باہم اس طرح مطابقت اور مشابہت رکھتے ہیں جس طرح ایک نہایت حسین انسان کے خدوخال اور اعضاء اپنے اندر حد درجہ کا تناسب و توازن رکھتے ہیں۔ کوئی جسم تبھی حسین کہلا سکتا ہے جب کہ اُس میں خدوخال کے

لحاظ سے حد درجہ کا توازن اور تناسب پایا جائے۔ اگر کسی کی ناک تو خوبصورت اُٹھی ہوئی اور ستواں ہے لیکن آنکھیں بھینگی ہیں یا ہونٹ تو خوبصورت ہیں لیکن دانت خراب ہیں یا کوئی دوسرا نقص چہرہ میں یا دوسرے اعضاء میں پایا جاتا ہے تو وہ سارے چہرہ کے حسن کو داغدار کر دے گا اور ایک عیب ساری خوبصورتی پر پانی پھیر دے گا۔ غرض حسنِ کامل کے لئے جہاں ہر عضو کا اپنی اپنی جگہ حُسن میں کامل ہونا ضروری ہے وہاں ان کا باہم متناسب ہونا بھی ضروری ہے۔ تاکہ سب اعضاء مِل کر حسن کی کامل تصویر پیش کر سکیں۔ قرآن کریم کا حُسن ایسا ہی ہے اس کے مختلف حصّے اپنی اپنی جگہ حسن میں کامل ہیں اور پھر باہم ایسا ربط رکھتے ہیں کہ اُن کے ملنے سے اُس کے حُسن میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ایک جگہ تو یہ تعلیم ہو کہ تُو ایک گال پر تھپڑ کھا کر دوسرا بھی پھیر دے، اور دوسری جگہ یہ کہا گیا ہو کہ

> "یہ مت خیال کرو کہ میں صُلح کرانے آیا ہوں۔ صُلح کرانے نہیں۔ بلکہ آگ لگانے آیا ہوں اور اگر لگ چکی ہوتی تو میں کیا ہی خوش ہوتا۔"

دوسری صفت اس کی یہ ہے کہ مثانی ہے۔ دوتارے کے تاروں کی طرح سُریلی اور مسحور کن آواز پیدا کرتا ہے اور ایک دفعہ پڑھنے سے دل سیر نہیں ہوتا بلکہ بار بار پڑھنے اور دُہرانے کو دل چاہتا ہے اور اس میں ایسی کشش ہے کہ خواہ کوئی سمجھے نہ سمجھے اس کا جی چاہتا ہے کہ اُسے پڑھتا اور سُنتا رہے۔ اُس کے سُننے سے انسان پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ کپکپی طاری ہو جاتی ہے اور جلد کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر یہ کپکپاہٹ دُور ہو کر جلد و دل

میں نرمی اور ملائمت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر یہ ملائمت اور طراوت آہستہ آہستہ جسم میں سرایت کرتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ سارے جسم میں اثر انداز ہو کر دل تک پہنچتی ہے اور اُسے اللہ کے ذکر کے لئے نرم کر دیتی ہے اور تمام اندرونی اور بیرونی خشونت اور سختی دُور ہو کر قلب انسانی یادِ الٰہی میں پانی کی طرح بہہ پڑتا ہے۔ فرماتا ہے یہ خدا کی **ہدایت** جس کے ذریعہ اللہ تعالےٰ ہر اُس شخص کو جسے اس کی مشیّتِ حقّہ اس کا اہل سمجھتی ہے ہدایت عطا فرماتا ہے۔

پھر ایک اور کمال بتایا۔

الٓرٰ کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ

اس کی تعلیم نہایت مُحکم ہے اور مضبوط بنیادوں پر قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آیات کے احکام کے لیے بہت سے ذرائع پیدا فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ اُس کو **قانونِ قدرت** سے تقویت ملتی ہے جو خدا کا **فعل** ہے۔

اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ فِیْ کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ (سورۃ واقعہ ع ۳)

یقیناً یہ قرآن کریم ہے یعنی ہر پسندیدہ اور قابلِ تعریف صفت اس میں پائی جاتی ہے۔ حُسن میں نہایت اعلیٰ پایہ رکھتا ہے اور نفع رسانی میں بے مثال ہے۔ کبھی دینے سے تھکتا نہیں۔ مانگنے والے کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا۔ یہ نیچر کی چھپی ہوئی کتاب میں موجود ہے۔ جو تعلیمات اس میں مندرج ہیں وہ بعینہٖ **قوانینِ فطرت** کے مطابق ہیں۔ قوانینِ فطرت اس کے لفظ لفظ کی تصدیق کرتے ہیں۔

یہ قرآن کریم کی **صداقت** کی بہت بڑی دلیل ہے کہ جو خدا کے **فعل** سے **مطابقت** رکھتا ہے۔ نیچر کا ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ اس کی تعلیمات کی تصدیق کرتا

ہے جو توحید قرآن پیش کرتا ہے وہی نیچر سے ثابت ہے لیکن کائنات میں کہیں بھی اور کسی بھی شکل میں تثلیث یا کثرتِ اِلٰہ کے دوسرے عقائد کی تصدیق نہیں ملتی۔ انسان کی روحانی اور کی پیدائش کے جو طریق اور مراتب قرآن کریم بتاتا ہے بعینہٖ اس طریق کے مطابق ہیں جو قوانینِ طبعیہ کی رُو سے انسان کی رحمِ مادر میں جسمانی پیدائش کے متعلق ثابت ہوتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

دوسرے اُس کی آیات کا اِحکام اس طرح ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں اس کی صداقت کے ثابت کرنے کے لئے **آسمانی نشان** قائم کرتا رہتا ہے اور حوادثِ زمانہ اور انسانی حالات کی تبدیلی اور آسمانی اور زمینی انقلابات اُس کی پاک تعلیم پر اثر انداز نہیں ہو سکتے بلکہ ہر زمانہ میں اُس کا نور پہلے سے بڑھ کر چمکتا ہے۔

یہ دائمی اور ناقابلِ تنسیخ کتاب ہے۔ قرآن کریم خدا کا **کلام** ہے۔ کوئی دوسری کتاب ایسی نہیں جو سب کی سب **کلام** اللہ ہو۔ اور چونکہ یہ علمِ الٰہی پر مشتمل ہے اس لئے **قدیم** ہے اور **حادث** نہیں اور اس لئے فناء اور تغیّر سے پاک ہے۔ فرماتا ہے۔

وَاِنَّهٗ لَكِتَابٌ عَزِيْزٌ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ
بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ
حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝ (حٰمٓ رکوع ۵)

یہ ایک ایسی کتاب ہے جو تمام دوسری کتابوں اور تعلیمات پر غالب ہے اور ہمیشہ غالب رہے گی۔ باطل اس میں کسی طرف سے بھی راہ نہیں پا سکتا۔

نہ سامنے سے نہ پیچھے سے یعنی نہ کوئی موجودہ تعلیم اس کا بطلان کر سکتی ہے اور نہ آئندہ کوئی ایسی کتاب ہو سکتی ہے جو اُسے منسُوخ کر دے یا اس کے کسی ایک حکم کا باطل ہونا ثابت کر دے۔ یہ اس ذات کی طرف سے نازل شدہ ہے جو حکیم ہے جس کے کاموں میں کوئی نقص اور کمزوری نہیں۔ مرورِ زمانہ اس کے کلام پر اثر انداز نہیں ہو سکتا کیونکہ تعلیمات اس کی صد درجہ محکم ہیں جن کے ذریعہ ہر زمانہ میں خدا کی حمد ثابت ہوتی رہے گی۔

پھر فرماتا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ٥ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ٥
اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ٥ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ٥

(سُورۃ الطارق آیت ۱۲)

قسم ہے بادلوں کی جو بار بار برستے اور زمین کو سیراب کرتے ہیں اور قسم ہے زمین کی جو پھٹ کر بارش کے فیضان کو قبول کرتی ہے یعنی بوقتِ ضرورت برسنے والے بادل اور پیاسی زمین جو بروقت نازل ہونے والے پانی کو اپنی آغوش کھول کر قبول کرتی ہے دونوں اس بات کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں کہ یہ قرآن کریم **قولِ فصل** ہے۔ آخری اور حتمی اور غیر متبدل کلام ہے کمزور اور واہی کلام نہیں کہ مرورِ زمانہ اور حالات کی تبدیلی سے متاثر ہو جائے۔

اس آیت میں قرآن کے دائمی صداقت اور ہر قسم کی کمزوری سے پاک ہونے اور مرورِ زمانہ اور تبدیلِ حالات سے متاثر نہ ہونے کے علاوہ اُس کے **زندہ کتاب** ہونے کی دو دلیلیں دی ہیں:۔

۱۔ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۔ یعنی جس طرح ظاہری دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب بھی زمین پیاسی ہوتی ہے اور شدتِ گرمی بارش چاہتی ہے۔ تو خدا تعالیٰ بادلوں کو لاکر زمین کی پیاس کو دُور کر دیتا ہے۔ اسی طرح سے جب انسانوں کو رُوحانی پیاس ہوتی ہے تو قرآن کریم اس کی پیاس کے دُور کرنے کے سامان کرتا ہے۔ جب بھی زمین مردہ ہونے لگتی ہے تو قرآنی بادل **معرفت** کی بارش برساتے ہیں۔ ہو نہیں سکتا کہ انسان کو کوئی دینی ضرورت پیش آئے۔ اور قرآن کریم اُس کو پورا کرنے سے قاصر رہ جائے۔

۲۔ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۔ فطرتِ انسانی اس کو قبول کرتی اور اس کے ذریعہ نئی زندگی اور نئی برکت پاتی ہے اور مُردہ زمین پھر سے لہلہانے لگتی ہے۔ غرض قرآن کریم زندہ کلام ہے اس لئے کہ یہ بادلوں کی طرح ہے جو بوقتِ ضرورت برس کر مُردہ زمین کو زندہ کر دیتے ہیں۔ جب بھی تبدیل شدہ حالات کے نتیجہ میں انسان کو نئی ضروریات پیش آتی ہیں۔ قرآن کریم سے نئے خزانے پیدا ہو کر اس کی ضروریات کو پورا کر دیتے ہیں اور قرآن کریم **زندہ کلام** ہے۔ اس لئے کہ جس طرح بروقت برسنے والے پانی کو زمین اپنی آغوش وا کر کے قبول کرتی ہے۔ فطرتِ انسانی ہر زمانہ میں **علوم قرآنی** کو قبول کرتی ہے اور ان دونوں کے امتزاج سے پھر ایک نئی بہار پیدا ہو جاتی ہے۔

باوجود دائمی صداقت ہونے اور تبدیل و تغیر سے پاک ہونے کے اس بات کا خطرہ رہتا تھا کہ انسان خود اس کو ضائع کر دے یا اس میں انسانی کلام دخل پا جائے۔ اس کا بھی انتظام کر دیا اور فرمایا کہ

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

ہم نے ہی اس کتاب کو جو خدا کی یاد دلانے والی اور انسانیت کا شرف عطا کرنے والی ہے، نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمّہ دار ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اُس کی ظاہری حفاظت کے سامان بھی کئے۔ اور باطنی حفاظت کے لئے ہر صدی میں مجدّدین کا سلسلہ جاری کیا جو اس کو معنوی تحریف سے بچاتے ہیں اور یہ مجدّدین کا سلسلہ اُس کے زندہ ہونے کی نہایت واضح اور روشن دلیل ہے۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر یہ زندہ کتاب نہ ہوتی تو خدا تعالیٰ کو اس کی حفاظت کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ سوکھے ہوئے باغ کی کوئی رکھوالی نہیں کرتا۔ رکھوالی اُسی باغ کی کی جاتی ہے جو سرسبز ہو اور پھل دیتا ہو۔ جو درخت زندہ نہیں اُس کو پانی دینا اور اُس کی حفاظت کرنا حکیم کا کام نہیں وہ تو اسی قابل ہے کہ کاٹا جائے اور آگ میں جلایا جائے غرض قرآن کریم کی لفظی اور معنوی حفاظت اُس کے زندہ ہونے پر آسمانی گواہی ہے۔

پھر اس میں ایک یہ بھی خوبی ہے کہ اس نے اپنی تعلیم میں تدریج کو ملحوظ رکھا ہے اور ایسے عمدہ اُصُولِ تربیت اختیار کئے ہیں کہ انسان کے لئے قربِ الٰہی کو حاصل کرنا آسان کر دیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝

ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کیا ہے کیا کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے

غرض یہ کہ پاک کتاب کیا بلحاظ اپنے ظاہری حُسن کے اور کیا بلحاظ اپنی باطنی تاثیرات اور فیضان اور قوت جذب اور انوار کے بےمثل ہے۔ چودہ ۱۴۰۰ سو سال ہوئے

کہ اُس نے دُنیا کو چیلنج کیا تھا کہ

اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا
فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ (سورۃ البقرہ ع ۳)

اگر تمہیں اس کتاب کے متعلق جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے کسی قسم کا شک ہے کہ آیا یہ واقعی ہم نے نازل کی ہے یا اس بندے نے خود بنا کر اُسے ہماری طرف منسوب کر دیا۔ ہے تو اس شُبہ کا ازالہ کچھ مشکل نہیں اس لئے کہ اگر یہ کسی انسان کا کلام ہے تو تم بھی ایسا کلام بنا کر پیش کر سکتے ہو کیونکہ عقلاً جو کام ایک آدمی کر سکتا ہے دُوسرا بھی کر سکتا ہے۔ اگر ایک نہ کر سکے تو بہت سارے مل کر کر سکتے ہیں بے مثل کام اور کلام صرف خدا کا ہوتا ہے۔ پس اگر تمہیں شک ہے تو تم یوں کرو کہ اُس کی سُورتوں جیسی کوئی سُورۃ بنا کر پیش کر دو اور خدا کے سوا جس کو چاہو اپنی مدد کے لئے بلا لو۔ ساری کتابیں اکٹھی کر لو۔ سارے مُدبّر اور فلاسفر اور سیاست دان اور سائنس دان، نفسیات و اقتصادیات کے ماہر، غرض ہر علم و فن کے ماہر اور مسیح ناصری جسے تم زندہ سمجھتے ہو سب کو اکٹھا کر لو اور سب مل کر قرآن کی سُورتوں میں سے کسی چھوٹی سے چھوٹی سُورت کا مقابلہ کر کے دکھاؤ لیکن یاد رکھو تم ایسا نہیں کر سکو گے۔

غرض چودہ سَو سال ہوئے کہ اس زندہ کتاب نے دُنیا کو یہ چیلنج دیا تھا لیکن کسی کو اس کے مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی اور کوئی مردِ میدان بن کر اس کے مقابل پر نہ آیا۔ اور ایک سُورۃ تو کیا ایک آیت کا بھی کوئی مقابلہ نہ کر سکا اس سے بڑھ کر

اس کی زندگی کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ یہ میدان میں کھڑا تمام انسانوں کو بآواز بلند مقابلہ کے لئے بُلا رہا ہے لیکن کوئی نہیں جو مقابل پر آئے اور آئے بھی کیونکر۔ کیا مُردہ زِندہ کا مقابلہ کر سکتا ہے یا کیا ظُلمت نُور کے سامنے ٹھہر سکتی ہے۔

سبحان اللہ! کیا ہی پاک کلام ہے کہ جس کی ایک نظر اس پر پڑ جائے وہ دوسری تمام کتابوں سے بیزار ہو جاتا ہے اور بے اختیار پکار اُٹھتا ہے ؎

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چُوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

یہ تمام دلائل جو میں نے قرآن کریم کی اَرفع شان اور بے نظیر کلام ہونے اور زندہ اور اَزَلی اَبَدی صداقت ہونے پر دیئے ہیں۔ قرآن کریم نے انہیں ایک آیت میں تمثیل کے رنگ میں نہایت خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ فرماتا ہے۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً
كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا
فِي السَّمَاءِ تُؤْتِيْٓ أُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِإِذْنِ
رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْأَمْثَالَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ
وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ
نِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ
يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔ (سورۃ ابراہیم)

یعنی خدا تعالیٰ کے زندہ اور پاک اور نہایت اعلیٰ درجہ کی خوبیاں رکھنے والے

بابرکت اور فیض رساں کلام کی مثال ایسی ہے جیسے کہ نہایت ہی اعلیٰ خوبیوں کا زندہ درخت ہو جس کی جڑیں زمین میں گڑی ہوں اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوں اور وہ ہر زمانے میں خدا کے حکم سے اپنے پھل دیتا ہو۔ اس آیت میں قرآن کریم کے زندہ اور تر و تازہ کلام ہونے کے تین دلائل دیئے گئے ہیں۔

اوّل یہ کہ اَصْلُهَا ثَابِتٌ یعنی اس کی تعلیم انسانی فطرت میں مرکوز ہے اور فطرت انسانی اس کی صداقت کی گواہ اور اس کی حقانیت کو قبول کرتی ہے اور اس میں سے ہر زمانہ کے موافق نئے نئے علوم و معارف نکلتے رہتے ہیں۔

دوم فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ۔ یعنی اپنے ساتھ مقبولیت کے نشان رکھتا ہے اور اس کی تائید میں اللہ تعالیٰ آسمان سے نشان ظاہر کرتا ہے اور آسمانی قانونِ قدرت کے مطابق ہے گویا کہ زمین و آسمان دونوں اس کی صداقت پر گواہ ہیں۔ پھر اس کے دلائل ایسے اعلیٰ اور بلند ہیں۔ کہ گویا آسمان ہیں جہاں تک اعتراض کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔ پھر آسمان تک شاخوں کے پہنچے ہونے کا یہ بھی مفہوم ہے کہ اس کے ذریعہ انسان آسمان تک پہنچ جاتا ہے اور خدا سے واصل ہو جاتا ہے۔ نیز یہ کہ اس کا فیضان نہایت وسیع اور تمام بنی نوع انسان کو اپنے سائے میں لئے ہوئے اور تمام قوائے انسانی کی تربیت کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت سی طاقتیں دی ہیں جو سب کی سب اس کی تکمیل کے لئے ضروری ہیں۔ قرآن کریم ان تمام قویٰ کی تربیت کرتا اور انسانی درخت کی سب شاخوں کی آبیاری کرتا

ہے یہ نہیں کہ بعض طاقتوں کو تو پنپنے کا موقع دے لیکن بعض دوسرے قویٰ کو کچل دے انسان کو حلم و غضب، عفو و انتقام وغیرہ وغیرہ طاقتیں دی گئی ہیں۔ قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ چونکہ سب طاقتیں اللہ تعالےٰ کی پیدا کردہ ہیں۔ اس لیے ضرور کسی نیک اور اعلیٰ مقصد کے لئے ہوں گی۔ فضول نہیں ہو سکتیں۔ پس تم ان تمام طاقتوں کو ان مقاصد میں استعمال کرو۔ جن کے لئے یہ طاقتیں عطا کی گئی ہیں۔ اگر تم ان طاقتوں کو برمحل اور باموقع استعمال کروگے تو یہ سب طاقتیں تمہارے نفس کی تکمیل میں مُمدّ ہوں گی نہ کہ مضر۔ غرض یہ کہ قرآن کریم انسانی قویٰ میں سے ہر قوت اور انسانی شاخوں میں سے ہر شاخ کی تربیت کرتا ہے، یہ نہیں کہ بعض قویٰ کو لیلے اور باقی کو چھوڑ دے

تیسرے تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا۔ یعنی اُس کی زندگی کی یہ بھی دلیل ہے کہ جس طرح زندہ درخت پھل دیتا ہے یہ کلام بھی باذن الٰہی ہر زمانہ میں اپنے پھل دیتا ہے اور ہر وقت اس کی برکات اور تاثیرات ظاہر ہوتی رہتی ہیں اور پھل اس پاک کلام کا قُرب الٰہی اور لقائے دائم ہے۔ جیساکہ فرمایا۔

کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ
الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ
الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ (سورۃ ابراہیم)

یعنی یہی کامل کتاب ہے جو ہم نے تجھ پر اس لئے نازل کی تا تو بنی نوع انسان کو تاریکیوں سے نکال کر نور تک پہنچا دے یعنی اُن کے رب کے حکم سے انہیں

اُس ذات تک پہنچا دے جو عزیز و حمید ہے جس سے ملنے کی فطرت انسانی میں تڑپ رکھی گئی ہے۔

اور یہ جو فرمایا کہ پھل اِذنِ الٰہی سے دیتا ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ قرآن کریم کا پیرو معمولی مقامِ تقویٰ ہی کو حاصل نہیں کرتا بلکہ اُس کی پیروی سے انسان تمام قرآنی برکات اپنے اندر جمع کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام اس پر نازل ہوتا ہے اور ماموریت کی خلعت اُسے پہنائی جاتی ہے اور انبیاء کی فضیلتوں کا وہ وارث ہوتا ہے جیسا کہ

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ

میں بھی یہی بیان کیا ہے کہ قرآن کریم اور نبی مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے وہ تمام نعمتیں جو پہلوں کو ملیں اس اُمّت کو بھی دی جائیں گی بلکہ اُن سے بڑھ کر۔ اور اس اُمّت میں تمام انبیاءؑ کے مثیل پیدا ہوں گے۔

اس کے مقابل پر ردّی اور مُردہ کلام کی مثال ردّی اور خراب درخت کی ہے جسے زمین پر سے اُکھاڑ پھینکا جائے اور جسے کسی حالت میں اور کہیں بھی قرار نہ ہو۔ جو صرف اس قابل ہو کہ کاٹا جائے اور آگ میں جھونک دیا جائے۔ قرآن کریم کے مقابل باقی سب تعلیموں کا یہی حال ہے کہ وہ ردی ہیں اور فطرتِ انسان اُن سے کراہت کرتی ہے وہ کوئی فیض اور برکت کسی کو نہیں دیتیں۔ ان کو قرار نہیں۔ یعنی اُن کے پیروؤں کو حالات اور زمانے کے اختلاف کیساتھ اپنے اُصول تبدیل کرنے پڑتے ہیں۔ چنانچہ دیکھ لو کہ آج سب مذاہب کے پیرو مادہ پرستی اور شرک کے گند میں ملوّث ہیں اور ناچیز انسانوں کو جو کھانے پینے کے محتاج

اور پاخانہ پیشاب پر مجبور ہیں اُن کو اُنہوں نے خدا بنایا ہوا ہے غرض اسلام ہی ہے جس میں سچی اور پاک توحید قائم ہے۔

پھر بقیہ ترجمہ ان آیات کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو اس قولِ ثابت یعنی قائم رہنے والے کلام کے ذریعہ ثبات بخشتا ہے۔ دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ گویا کہ سچے مسلمانوں کا ثبات اور استقامت اُصولِ حقہ پر یہ خود بھاری ثبوت قرآن کریم کے زندہ کلام ہونے کا ہے۔

غرض اس آیت میں قرآن کریم کے زندہ کلام ہونے اور ایک ہی زندہ کتاب ہونے کے ایسے زبردست دلائل دیئے گئے ہیں کہ کوئی مخالفِ حق اُنہیں توڑ نہیں سکتا۔ خصوصاً اس کا پھلدار اور بابرکت اور مفید ہونا ایسی دلیل ہے کہ انسانی کانشنس اُس کو قبول کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں۔

> "فرقانِ مجید باوجود ان تمام کمالاتِ بلاغت و فصاحت و احاطۂ حکمت و معرفت ایک روحانی تاثیر اپنی ذاتِ بابرکات میں ایسی رکھتا ہے کہ اُس کا سچا اتباع انسان کو مستقیم الحال اور منوّر الباطن اور منشرح الصدر اور مقبولِ الٰہی اور قابلِ خطابِ حضرتِ عزّت بنا دیتا ہے اور اس میں وہ انوار پیدا کرتا ہے اور فیوضِ غیبی اور تائیدات لاریبی اُس کے شاملِ حال کر دیتا ہے کہ جو اغیار میں ہرگز پائی نہیں جاتیں۔ اور حضرتِ احدیت کی طرف سے وہ لذیذ اور دلآرام کلام اُس پر نازل ہوتا ہے جس سے دمبدم اس پر کھلتا جاتا ہے کہ وہ فرقان

مجید کی سچی متابعت سے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی پیروی سے اُن مقام تک پہنچایا گیا ہے کہ جو محبوبانِ الٰہی کے لئے خاص ہیں"

اور دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ قرآن کے پیرو "محبوبیت کے عطر سے معطر ہیں اور قادرِ مطلق کا نور اُن کی صحبت میں، اُن کی توجہ میں، اُن کی ہمت میں، اُن کی دعا میں، اُن کی نظر میں، اُن کے اخلاق میں، اُن کی طرزِ معیشت میں، اُن کی خوشنودی میں، اُن کے غضب میں، اُن کی رغبت میں، اُن کی نفرت میں، اُن کی حرکت میں، اُن کے سکون میں، اُن کے نطق میں، اُن کی خاموشی میں، اُن کے ظاہر میں، اُن کے باطن میں ایسا بھرا ہوتا ہے جیسا ایک لطیف اور مصفا شیشہ ایک نہایت عمدہ عطر سے بھرا ہوتا ہے" (براہین احمدیہ) سچ ہے:۔

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دین دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کرکے دیکھا
نور ہے نور اُٹھو دیکھو سنایا ہم نے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

مقامِ محمدیؐ

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی۔ وہ محمدیؐ نور تھا۔ پھر باقی موجودات اس نور سے وجود میں آئیں۔ گویا کہ آپؐ ہی کا وجود تمام موجودات کے ظہور اور وجود کا باعث ہے۔ یہ نور پہلے علیٰ وجہ الاجمال پیدا کیا گیا پھر یہ اپنے کمالِ تام کو پہنچایا اور آمنہ مقدسہ کے پیٹ سے پیدا ہو کر مکہ کی پاک زمین سے علیٰ وجہ التفصیل طلوع ہو کر سریرآرائے مملکتِ قدس ہوا۔

اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو تمام خوبیوں کا جامع اور ہر حسن و احسان اور ہر کمال اور ہر خوبی اور محبوبی کا سرچشمہ ہے۔ وراء الوریٰ ہستی اور ایک مخفی خزانہ ہے۔ اس کی صفات میں ایک یہ بات پائی جاتی ہے کہ وہ ظہور چاہتی ہیں۔ سو جب اس سرچشمۂ فیض و برکت اور اس کانِ حسن نے چاہا کہ اپنے نور اور برکت کو پیدا کرے اور اپنی صفات کی چمکار دکھائے تو وہ مخلوق کے پیدا کرنے کیطرف متوجہ ہوا لیکن اس پیدائش سے اس کا اصل مقصد ایک ایسا اَتم اور اَکمل وجود تھا جو عکسی طور پر اس کی ذات کا نمونہ اور اپنی انتہائی صفائی کی وجہ سے صفاتِ الٰہیہ کے دکھانے کے لئے ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا صیقل شدہ آئینہ ہو جس میں خدا تعالےٰ کی تمام صفات کماحقہ اپنا ظہور کریں اور یہی وجود جو صفاتِ الٰہیہ کا اَتم اور اکمل مظہر ہے وجودِ محمدیؐ ہے جو اپنے حد درجہ کے فناء اور عشق اور حد درجہ کی۔ صفائی قلب کی وجہ سے کامل طور پر خدا میں گُم ہو کر اور اس کی راہ

میں فنا ہو کر اس کی صفات کے ظہور کا موجب ہوا۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کے قُرب کے تین درجے ہیں۔ جن کو تین تشبیہوں سے ظاہر کیا گیا ہے۔

(۱) خادم اور مخدوم کے رشتہ سے

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ

مومن ہر چیز سے بڑھ کر خدا سے محبّت کرتے ہیں۔ اور ایک سچے اور وفادار خادم کی طرح اپنے مولیٰ کی مرضیات کو اپنی مرضی پر مقدم کر لیتے ہیں اور ہر بات میں اُن کے مدّ نظر یہی رہتا ہے کہ خدا کی مرضی پوری ہو اور اس بارہ میں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کرتے۔ اگر اُن کے مالک کی مرضی انتقام کی ہو تو وہ ہرگز عفو سے کام نہیں لیتے خواہ یہ انتقام اُن کے اپنے ماں باپ یا اولاد سے لیا جائے۔ اور اگر خدا کی مرضی عفو کی ہو تو وہ ہرگز انتقام کی طرف مائل نہیں ہوتے خواہ اُن کے جذبات کا خون بھی ہو جائے۔ غرض ہر موقع پر کامل وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھاتے ہیں۔

(۲) دوسرا درجہ وہ ہے جسے تشبیہ کے طور پر باپ اور بیٹے کے تعلّق سے ظاہر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا

فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا۔

یعنی اللہ تعالیٰ کو اس طبعی جذبۂ محبّت اور فطری لگاؤ سے یاد کرو جس طرح تم اپنے ماں باپ کو یاد کرتے ہو اور جس طرح تم طبعی طور پر بغیر کسی بناوٹ کے اپنے ماں باپ کی خُو بُو کو اپنے اندر پیدا کر لیتے ہو اور اُن کے اوصاف کے وارث

ہوتے ہوئے بھی تعلق قُرب کا اور صفاتِ الٰہیہ کا رنگ اختیار کرنے کا اللہ تعالیٰ سے پیدا کرو۔ بلکہ تمہارا تعلق اپنے پیدا کرنے والے سے اس سے بھی بڑھ کر ہونا چاہیئے جیسا کہ ماں باپ سے ہوتا ہے اس لیے کہ سب سے زیادہ مقدّس سب سے قریبی، سب سے پیارا رشتہ وہ ہے جو خالق اور مخلُوق کے درمیان پایا جاتا ہے، کوئی دوسرا رشتہ شدّت اور پائداری میں اس رشتہ کا مدّمقابل نہیں ہو سکتا۔

(۳) تیسرا درجہ قُرب کا ایک ہی شخص کی صُورت اور اُس کے عکس سے تشبیہ رکھتا ہے یعنی جس طرح ایک شخص ایک صاف اور روشن آئینہ میں اپنی شکل دیکھتا ہے تو اُس کی تمام شکل اور سب نقوش اس عکس میں نمایاں ہو جاتے ہیں۔ اسی قسم کا تعلق اللہ تعالیٰ سے پیدا کیا جائے۔ یہ تیسرا مقام جو تمام صفات الٰہیہ کے دکھانے اور اُس اَزَلی اَبَدی محبوب کے حُسن کو دُنیا پر ظاہر کرنے کے لئے ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا صاف شیشہ اور تمام صفاتِ الٰہیہ کا مظہرِ اُتَم اور اَکمل ہے ایک ہی شخص کو حاصل ہے جس کا نام نامی محمّد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ آپؐ ہی ہیں جنہوں نے وہ مقام حاصل کیا جو اُلُوہیت اور عُبُودِیّت کی قوسوں کے درمیان بطور وَتر کے ہے اور دونوں قَوسوں سے آپؐ کو ایسا شدید تعلق ہے کہ گویا دونوں کا عین ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔

دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی

(سُورۃ النّجم ع ۱)

یعنی محمّد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ سے ملنے کے لئے آگے بڑھے اور بڑھتے

چلے گئے یہاں تک کہ حبیبِ خدا میں گُم ہو گئے اور اس سے ایسا اتصال پیدا کر لیا جو فہمِ انسانی سے بالا ہے تو پھر مخلوقِ خدا کو اس **فیضانِ رُبوبیت** سے حِصّہ دینے کے لئے جو آپؐ نے حاصل کیا تھا مخلوق کی طرف مائل ہوئے۔ اور ان دو طرفہ صعود و ہبوط کے نتیجہ میں آپؐ کو وہ مقام حاصل ہوا جیسے قَابَ قَوْسَیْنِ یعنی دو قوسوں کے درمیان وَتَر کے الفاظ سے ظاہر کیا گیا ہے یعنی آپؐ **اُلوہیت** اور **عُبُودِیّت** کے درمیان واسطہ اور خدا تعالیٰ کے فیضانِ رُبوبیت کو بندوں تک پہنچانے کا وسیلہ ہو گئے۔ یہ وہ شکل ہے جو **قَابَ قَوسَین** کے مقام کو ظاہر کرتی ہے۔

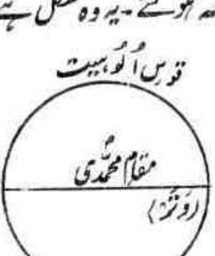

یہ بات ظاہر ہے کہ جس کو یہ مقام حاصل ہو۔ وہ تمام مخلوقات اور موجودات کا نقطۂ انتہائی اور گویا کائنات کی چھت ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا

یعنی ہم نے اس آسمانِ روحانی کو جو محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے مخلوق کے لئے ایک محفوظ چھت کے طور پر بنایا ہے۔

نیز فرمایا

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (بقرہ ع ۳۳)

یعنی اللہ تعالیٰ نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے بعض اُن میں سے وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے خاص کلام کیا یعنی کلامِ شریعت اُن پر نازل کیا۔ اور

ایک وہ بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے لامتناہی درجات میں دوسرے انبیاءؑ پر **رفعت** اور **بلندی** عطا فرمائی۔ اور وہ نبی جس کا ذکر یہاں کنایتہً کیا گیا ہے وہی ہے جو **حبیبِ خدا** ہے۔ اس لئے کہ محبوب کا ذکر اشاروں کنایوں ہی میں اچھا لگتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے محبوب کا ذکر کنایتہً کیا۔ مختصر یہ کہ درجاتِ رفیعہ جن کی کُنہہ معلوم کرنا انسان کا کام نہیں اور جن کی حقیقت کو کوئی نہیں سمجھ سکتا سوائے اُس ذات کے جس نے اُسے پیدا کیا۔ اور جس نے اُسے یہ سب کمالات دیئے۔ صرف اور صرف ہمارے آقا و مولیٰ محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں جو **حبیبِ خدا** ہیں اور تمام صفاتِ جلالیہ و جمالیہ سے متصف اور تمام کمالاتِ بشریہ کے حامل اور صفاتِ الٰہیہ کے دکھانے میں اس صیقل شدہ اور روشن آئینہ کی طرح ہیں جو اصل کی صورت کو بعینہٖ اپنے صاف اور روشن باطن میں منعکس کر کے دوسروں کو دکھا دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود السلام فرماتے ہیں۔

شانِ احمؐد را کہ داند جز خداوندِ کریم   آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم
زاں نمط شد محوِ دلبر کز کمالِ اتّحاد   پیکرِ او شد سراسر صورتِ ربِّ رحیم
گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال   چوں دلِ احمؐد نمے بینم دگر عرشِ عظیم

احمؐد کی شان کو خداوند کریم کے سوا کون جان سکتا ہے۔ ان الفاظ میں اسی مقام **قابَ قوسین** کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کی چھت ہیں تو جو لوگ چھت کے نیچے ہیں وہ چھت کے صرف اسی حصّہ کو دیکھ سکتے ہیں جو نیچے کی طرف ہے لیکن چھت کا وہ حصّہ

جو اوپر کی طرف ہے اس کو نیچے والا آدمی نہیں دیکھ سکتا نہ ہی اس کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے۔ پس فرمایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلی شان کو مخلوقات میں سے کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ صرف اللہ ہی ہے جو آپؐ کی شان کو سمجھتا ہے۔ آپ اس طرح اپنے سے جُدا ہوئے اور خُدا میں فنا ہو گئے کہ آپؐ کے اِسم اَحمدؐ میں سے میم گر گیا اور اَحَد رہ گیا یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں اَحَد اور یگانہ ہے اَحمدؐ **مصطفیٰ** اپنے فنا فی اللہ اور مظہر صفاتِ الٰہیہ ہوتے ہیں یگانہ اور یکتا ہیں۔ آپؐ اس طرح اپنے دلبر میں محو ہو گئے کہ حضورؐ کا پیکر سراسر ربّ رحیم کی صورت ہو گیا۔ یعنی آپؐ کا سارا وجود اللہ تعالےٰ کی صفت رحمت کو ظاہر کرنے والا تھا جیسا کہ وُہ جلّشانہٗ فرماتا ہے۔

بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

پھر فرماتے ہیں کہ خواہ کوئی مجھے مُلحد و ضال ہی کہے میں تو یہی کہوں گا کہ محمدؐ رسُول اللہ کا دل ہی عرشِ عظیم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے قول کو اپنا قول قرار دیا ہے

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝

(سورۃ النجم ع ۱)

یعنی ہمارا یہ بندہ اپنی مرضی اور خواہش سے کچھ نہیں کہتا۔ بلکہ جو کچھ کہتا ہے وحی الٰہی سے کہتا ہے۔

اور آپؐ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ
اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (سورۃ الفتح ع ۱)

جو لوگ تیرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ دراصل خدا کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ وہ خدا کا ہاتھ ہوتا ہے جو اُن کے ہاتھ کے اُوپر ہوتا ہے۔

آپؐ کے فعل کو اپنا فعل قرار دیا۔

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (الانفال ع ۲)

جب تو نے کنکر پھینکے تھے تو وہ تُو نے نہیں پھینکے تھے بلکہ وہ کنکر اللہ نے پھینکے تھے۔ اس میں بدر کی جنگ کے اُس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی کنکر لے کر کفّار کی طرف پھینکے اور فرمایا شاھت الوجوہ۔ ان کے منہ بگڑ جائیں۔ ان کی آنکھیں اندھی ہو جائیں۔ آپؐ کے ہاتھ کی حرکت سے ہوا حرکت میں آگئی اور شدید آندھی چلی جس نے کفّار پر کنکروں کی بارش برسا کر اُنہیں اندھا کر دیا اور وہ بھاگ گئے۔ چونکہ کسی انسان کے ہاتھ میں یہ طاقت نہیں کہ اُس کی حرکت سے ہوائیں چل پڑیں۔ فرمایا۔ یہ تیرا کام نہیں تھا بلکہ خدائی طاقت تھی جو تیرے ہاتھ کے پیچھے کام کر رہی تھی۔

اور اپنے بندوں کو آپؐ کے غلام قرار دیا۔

قُلْ يَٰعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا
تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ
جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

(سورۃ الزمر آیت ۵۳)

توسب انسانوں سے کہہ دے کہ اے میرے بندو (یہاں استعارۃً قُرب تعلق کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بندے قرار دیا ہے) جنہوں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے خُدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ میری غلامی کی برکت سے خدا تعالیٰ تمہارے سارے گُناہ معاف کر دے گا۔ یقیناً جانو کہ وہ بہت بخشنے والا اور حد درجہ رحم کرنے والا ہے۔

اور آپؐ کو ظلّی طور پر اپنے نام دیئے جیسا کہ محمدؐ اور احمدؐ کہ دراصل خدا کے نام اور اس کی صفات رحمٰن اور رحیم کے مقابل ہیں۔ اور آپؐ کو نُور قرار دیا جس سے عالم روشن ہے اور رحمت قرار دیا جس نے عالم کو زوال سے بچایا ہوا ہے اور رؤوف و رحیم آپؐ کا نام رکھا جو دراصل اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ غرض قرآن شریف میں بہت سے مقامات پر اشارات و تصریحات کے ذریعہ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مَظہرِ اَتم اُلوہیت ہیں۔ اور آپ کا ظہور صفاتِ الٰہیہ کا کامل ظہور اور آپؐ کا آنا خدا کا آنا ہے جیسا کہ فرمایا۔

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ (سورہ اسراء)

یعنی کہہ کہ میرے آنے سے حق آگیا ہے۔ اب حق جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ لیکن کامل تعلق اور حد درجہ کے فناء اور صفات الٰہیہ اور اسماءِ حسنیٰ کے مظہرِ اتم ہونے کے لحاظ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا خدا کا آنا قرار دیا۔

اسی طرح پہلے نبیوں نے بھی آپؐ کی عظمت و جلال کا اقرار کیا ہے۔ اور بتایا

لیے کہ آپ ہی مظہرِ اتم الوہیت اور آئینۂ خدا نما ہیں۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا سیناء سے آیا اور شعیر سے طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے اُن پر چمکا۔ اور حضرت داؤد زبور میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں۔

> "تو حُسن میں سب بنی آدم سے بڑھ کر ہے۔ تیرے ہونٹوں میں نعمت بتائی گئی ہے۔ اسی لیے خدا نے تجھے ابد تک مبارک کیا۔ اے پہلوان تو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حمائل کرکے اپنی ران پر لٹکا۔ امانت اور حلم اور عدالت پر اپنی بزرگواری اور اقبال مندی سے سوار ہوکر تیرا دہنا ہاتھ تجھے ہیبت ناک کام دکھائے گا۔ بادشاہوں کے دلوں میں تیرے تیر تیزی کرتے ہیں۔ لوگ تیرے سامنے گر جاتے ہیں۔ اے خدا تیرا تخت ابدالآباد ہے (یہ استعارہ ہے جس کا استعمال بائبل میں کثرت سے موجود ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خدا کا لفظ اسی مقامِ جمع کی طرف اشارہ کے لئے ہے جس کا قرآن میں ذکر ہے)۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے توُ نے صدق سے دوستی اور شر سے دشمنی کی۔ اس لئے خداوند نے جو تیرا خدا ہے اپنی رضا کے عطر سے تجھے تیرے مصاحبوں سے زیادہ تر معطر کیا۔" (زبور : ۴۵)

پھر یسعیاہ نبی حضور کے جلال اور مظہرِ تامِ الوہیت ہونے کے متعلق بطور

پیشگوئی خدا کا کلام پیش کرتے ہیں۔

"دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالوں گا۔ میرا برگزیدہ (مصطفیٰ) جس سے میرا جی راضی ہے۔ میں نے اپنی روح اُس پر ڈالی۔ وہ قوموں پر راستی ظاہر کرے گا۔ وہ نہ گھٹے گا اور نہ تھکے گا جب تک عدالت کو زمین پر قائم نہ کرلے۔ میں خداوند نے تجھے صداقت سے بلایا۔ میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا۔ اور تیری حفاظت کروں گا (وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ) اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لئے تجھے بھیجوں گا کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور اسیروں کو قید سے نکالے ......

دیکھو پرانی باتیں پوری ہوگئیں اور میں نئی باتیں بتاتا ہوں (یعنی وہ موسیٰ کی شریعت بدل کر نئی شریعت لائے گا) بیابان اور اُس کی بستیاں قیدار کے آباد گاؤں (بنی اسماعیل کی نسل اور ملک کی طرف اشارہ ہے) اپنی آواز بلند کریں۔ خداوند ایک بہادر کی مانند نکلے گا (یہاں خداوند سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں کیونکہ آپ مظہر اتم الوہیت ہیں) وہ اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا۔" (یسعیاہ باب ۴۲)

اسی طرح مسیحؑ نے بھی کہا کہ

"جب وہ روحِ حق آئے گا۔ تو تمہیں تمام سچائی کی راہیں بتائے گا"

یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا اس کے ذریعہ ظہور ہوگا۔ اور وہ خدا نمائ

اور الٰہی معرفت کے عطا کرنے میں سب سے بڑھ کر ہوگا۔ اسی طرح مسیحؑ نے فرمایا۔ کہ

"اُس کا آنا باپ کا یعنی خدا کا آنا ہوگا" (متی ۲۱ : ۴۰)

ان تصریحات سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ سے وہ مقامِ قُرب حاصل ہے کہ کوئی دُوئی باقی نہیں رہتی اور اسی طرح سے مخلوق پر بھی انتہائی مہربان ہونے کی وجہ سے بَرْزَخٌ بَیْنَ الْخَالِقِ وَالْمَخْلُوْقِ کا مقام رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفاتِ کاملہ حیٰوۃ، علم، ارادہ، سمع و بصر، کلام وغیرہ کے اُتم و اکمل مظہر ہیں اور تمام کائنات آپؐ ہی کے لئے بنائی گئی اور ہر موجود فیضانِ رُبوبیت آپؐ ہی کے ذریعہ پاتا ہے کیونکہ آپؐ خدا اور بندوں کے درمیان وہ **وسیلہ** اور دونوں دائروں کے درمیان کا وَتَر ہیں جس کے ذریعہ ہر مخلوق فیض پاتی ہے۔

اب ظاہر ہے کہ جو وجود خدا تعالیٰ کی صفات کا **مظہرِ اَتَم** ہو اور اُس جمال کو دکھانے کے لئے آئینہ ہو۔ جس کی خاطر تمام کارخانہ موجودات کا پیدا کیا گیا ہے۔ اُس پر موت نہیں۔ کیونکہ وہ خدا میں گم اور اس کی حیات سے **حیات** پا رہا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو وجود ایسا نفع رساں ہو کہ اس کے بغیر کوئی وجود خدا کا فیض نہ پا سکے۔ .. ..

.. .. اور اُس کے رحم سے حصہ نہ لے سکے اور اُس کی برکت کو حاصل نہ کر سکے اگر وہ وجود نہ رہے تو دُنیا کس طرح باقی رہ سکتی ہے۔ اور اس روحانی پانی کے بغیر جو ذریعہ حیوٰۃ ہے کوئی کیونکر زندہ رہ سکتا ہے؟

حیوۃ النبیؐ پر بعض اور دلائل

یہ اللہ تعالےٰ کی عجیب قدرت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و اُمّی کی اس دُنیا سے رحلت کے بعد جب کہ آپ دنیا داروں کی نظروں سے اوجھل ہو گئے اگرچہ عشّاق کے دل سے دُور نہیں ہوئے۔ سب سے پہلا انسان جس نے آپ کی دائمی اور بابرکت رُوحانی زندگی کا اعلان کیا آپؐ کے پہلے خلیفہ حضرت ابُوبکر علیہ السلام تھے جو عشقِ رسُولؐ میں سب صحابہ سے بڑھ کر تھے۔ لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ اس خیال سے کہ حضورؐ کی طبیعت سنبھل چکی ہے حضورؐ سے اجازت لے کر اپنے مکان پر جو مدینہ سے باہر تھا۔ تشریف لے گئے تھے جب آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ہوئی تو آپ واپس تشریف لائے۔ اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں جہاں جسدِ اطہر رکھا تھا گئے اور آپ پر سے کپڑا اُٹھا کر جھک کر بوسہ دیا اور روتے ہوئے یوں مخاطب ہوئے۔

بِأَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّیْ وَاللّٰهِ لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ
مَوْتَتَيْنِ أَبَدًا أَمَّا الْمَوْتَةَ الَّتِیْ كُتِبَتْ عَلَيْكَ
فَقَدْ مُتَّهَا۔
(بخاری)

یعنی یا رسُول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں مجھے خدا کی قسم ہے کہ وہ آپ پر کبھی دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ وہ موت جو آپ کے لئے مقدر تھی وہ تو آ گئی لیکن وہ دوسری موت جو فنائے رُوح سے مراد

ہے آپ پر کبھی نہیں آئے گی۔ پھر کہا۔ طبت حیاً و میتاً یا رسول اللہ۔ آپؐ زندگی میں بھی پاک و طیّب تھے، ہر لحاظ سے بہترین اور حسین ترین تھے۔ اور وفات کے بعد بھی ایسے ہی ہیں اور عرض کی اُذکرنا یا محمّد عند ربک ولنکن من بالک (زرقانی) یا محمدؐ۔ آپ جب اپنے رب کے حضور جائیں تو وہاں پر ہمارا بھی ذکر کیجئے گا۔ اور یا رسول اللہ ہمیں اپنے دل سے فراموش نہ فرمائیے گا۔

پس سب سے پہلے آپؐ کی دائمی **حیات** کا اعلان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا جو آپؐ کے پہلے خلیفہ تھے۔ اور پھر آپؐ کے **آخری خلیفہ** علیہ السلام نے اس مضمون کو نہایت شافی دلائل کے ساتھ ثابت کیا اور آسمانی نشانوں کے ساتھ اپنے آقا و مولیٰ کی زندگی بپایۂ ثبوت پہنچایا۔ چنانچہ **محمّد عربی** صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ **بے نظیر عاشق** علیہ السلام فرماتا ہے:۔

> "خدا نے مجھے بھیجا کہ تا میں اس بات کا ثبوت دوں کہ زندہ **کتاب قرآن** ہے اور زندہ **دین اسلام** ہے اور زندہ **رسول محمّد مصطفےٰ** صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ دیکھو میں زمین اور آسمان کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ یہ باتیں سچ ہیں۔ اور خدا وہی خدا ہے جو کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ میں پیش کیا گیا ہے اور زندہ **رسول** وہی ایک **رسول** ہے۔ جس کے قدم پر نئے سرے سے مُردے زندہ ہو رہے ہیں **نشان** ظاہر ہو رہے ہیں **برکات** ظہور میں آ رہی ہیں **غیب کے چشمے** کھل رہے ہیں۔" (الحکم بحوالہ شانِ رسول عربی صفحہ ۲۶)

اور فرماتے ہیں۔

قَدْ مَاتَ عِيْسٰى مُطْرِقًا وَّنَبِيُّنَا
حَيٌّ وَّرَبِّيْ اِنَّهٗ وَافَانِيْ
وَاللّٰهِ اِنِّيْ قَدْ رَاَيْتُ جَمَالَهٗ
بِعُيُوْنِ جِسْمِيْ قَاعِدًا بِمَكَانِيْ

ترجمہ: عیسیٰ (علیہ السلام) تو چپ چپاتے اس دُنیا سے چل بسے اور فوت ہو گئے لیکن ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہے اور مجھے اپنے پیدا کرنے والے کی قسم ہے کہ آپؐ مجھے ملے ہیں۔ اللہ کی قسم ہے کہ میں نے آپؐ کا جمال بے مثال اپنی جسمانی آنکھوں کے ساتھ اپنے مکان میں بیٹھے ہوئے مشاہدہ کیا ہے۔

یہ جسمانی آنکھوں سے رویت رسُول جس کی بہت سے اہل اللہ نے تصدیق کی ہے۔ یہ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ثبوت ہے۔

دلیل: قرآں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا
بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ (سورۃ آل عمران ع ١٧)

جو لوگ خدا کی راہ میں اپنی جان دیتے ہیں۔ اُن کو مُردہ نہ سمجھو۔ وہ مُردہ نہیں بلکہ اپنے ربّ کے حضور میں زندہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ سے اپنا رزق پاتے ہیں۔

شُہَداء سے صرف وُہی لوگ مُراد نہیں جو جنگ میں مارے جائیں بلکہ

ہر وہ شخص جو اُس کی محبت کا قتیل اور اس کی راہ میں فناء ہے شہید ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ سیّد الانبیاء ہیں سیّد الشہداء بھی آپؐ ہی ہیں اور ہر کمال کا تاج آپؐ ہی کی ذات کے لئے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

> "انبیاء بحیاتِ جسمی مشابہ بحیاتِ جسمی دنیاوی زندہ ہیں (یعنی ایک نورانی جسم کے ساتھ اُن کو اِس دُنیاوی زندگی سے مشابہ زندگی عطاء ہوتی ہے اگرچہ وہ اس زندگی سے اَرفع و اعلیٰ ہے) اور شہداء کی نسبت اُن کی زندگی اکمل و اَقویٰ ہے اور سب سے زیادہ اَکمل و اَقویٰ و اشرف زندگی ہمارے سیّد و مولیٰ فِدَاءٌ لَّهٗ نَفْسِیْ وَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ کی ہے۔"
>
> (ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۲۴۹)

حدیث میں بھی آتا ہے۔

نَبِیُّ اللّٰهِ حَیٌّ يُّرْزَقُ

یعنی اللہ کا نبی اپنی وفات کے بعد بھی زندہ رہے گا اور اللہ کی رحمتوں اور برکتوں سے حصّہ پاتا رہے گا۔

اسی طرح بزّار نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔

حَيَاتِیْ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ مَمَاتِیْ خَيْرٌ لَّكُمْ تُعْرَضُ عَلَیَّ اَعْمَالُكُمْ فَمَا كَانَ مِنْ حَسَنٍ حَمِدْتُّ اللّٰهَ عَلَيْهِ وَمَا كَانَ مِنْ سَيِّئٍ اَسْتَغْفَرْتُ اللّٰهَ لَكُمْ

> یعنی میری زندگی بھی تمہارے لئے اچھی ہے اور میری وفات بھی تمہارے لئے خیر ہی کا موجب ہوگی۔ تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جاتے رہیں گے۔ جو اچھے اعمال ہوں گے تو میں اُن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا اور اس کی حمد کروں گا اور اُس سے کہوں گا کہ دیکھ میرے ربّ میری اُمّت کس طرح تیری حمد اور تیرے احکام کے بجا لانے میں لگی ہوئی ہے اور جو بُرے کام ہوں گے تو میں تمہارے لئے خدا تعالےٰ سے بخشش کی دُعا کروں گا۔

اسی طرح دیلمی نے حضرت ابو بکرؓ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام فرماتے تھے مجھ پر بہت کثرت سے درود بھیجا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ اس کام پر مقرر کر رکھا ہے کہ جو میری وفات کے بعد بھی تمہارا درود و سلام مجھ تک پہنچائے گا اور کہیگا یا رسول اللہ اس وقت تیری اُمّت میں سے فلاں شخص تجھ پر درود بھیج رہا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جمعہ کا دن تمہارے دنوں میں سے بہترین دن ہے اس دن مجھ پر بکثرت درود بھیجا کرو۔ جمعہ کے دن کو مخصوص کرنے میں اور حکمتوں کے علاوہ یہ بھی حکمت تھی کہ موجودہ زمانہ بھی یَوْمُ الْجُمُعَہ ہے اور چونکہ اس زمانہ میں دجّالی فتنوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مُردہ ثابت کرنے کی کوشش کرنی تھی اس لئے فرمایا اس زمانہ میں خاص طور پر درود بھیجنا تاکہ اللہ تعالیٰ اس زمانے میں خاص طور پر میری زندگی اور میرے فیضان کا ثبوت مہیا کرے۔ چنانچہ دیکھ لو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں آپؐ کی زندگی

کا ایسا ثبوت دیا کہ جس کا انکار ممکن نہیں یعنی ایک شخص کو یہ کہہ کر بھیجا کہ جا اور دُنیا سے کہہ میں محمد رسول اللہ کا بیٹا اور اُس کے نوروں کا وارث ہوں خدا نے مجھے میرے **رُوحانی باپ** (ہم سب کے ماں باپ اُس پر قُربان ہوں) کی زندگی اور فیضان کے ثبوت کے لئے بھیجا ہے۔

دلیلِ دوئم۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس طرف مُتوجّہ کیا ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائیں حاصل کرنی چاہئیں۔ فرماتا ہے:۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ
الرَّسُوْلِ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ
فِيْ رَحْمَتِهٖ (سورۃ التوبہ رکوع ۱۲)

دیہاتی لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں (جو دوسروں کی طرح کمزور ایمان اور منافق نہیں) جو اللہ تعالیٰ اور یومِ آخر پر ایمان لاتے ہیں اور جو کچھ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق پاتے ہیں۔ اُسے خدا تعالیٰ کے قُرب کے حصول کا ذریعہ یقین کرتے ہیں۔ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے حاصل کرنے کا وسیلہ۔ فرماتا ہے کہ وہ ٹھیک سمجھتے ہیں۔ خدا کے رسولؐ کی دعائیں یقیناً قربِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں رسولؐ کی دُعاؤں کی برکت سے اپنی رحمت میں جگہ دے گا۔

گویا کہ دُعائے رسولؐ قُربِ الٰہی کا ذریعہ ہے اور یہ کسی زمانہ سے خاص نہیں

بلکہ ہمیشہ کے لئے ہے اور ہر مومن کے لئے قربِ الٰہی کا یہ دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے۔ آگے فرماتا ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ
تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ
سَكَنٌ لَّهُمْ ۔ (سورۃ التوبہ رکوع ۱۲)

یعنی اے ہمارے رسولؐ تو اِن کے اموال میں سے صدقہ قبول کر اور اس طرح سے ان کے قلوب کی تطہیر کر اور اُن کی دینی و دُنیوی ترقی کے سامان کر اور ان کے لئے دُعائیں بھی کرتا رہ۔ تیری دُعائیں اُن کی قوت کا موجب، برکت اور رحمت کا وسیلہ اور تسلّی و اطمینانِ قلب کے حصول کا ذریعہ ہیں۔

ایک روایت آتی ہے ایک دفعہ ایک بدوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر آیا۔ اور کہنے لگا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه! میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا ہے کہ

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ
فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ
لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۔ (سورہ نساء رکوع ۹)

(ترجمہ) جب انسان گناہ کر کے اور نافرمانی کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اگر وہ تیرے پاس آ جائیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگیں اور رسول بھی ان کی شفاعت میں

خدا کے حضور میں اُن کے گناہوں کے معاف کئے جانے کی دُعا کریں تو وہ اللہ تعالےٰ کو بہت شفقت کرنے والا اور حد درجہ رحم کرنے والا پائیں۔

لہٰذا یا رسُول اللہ! میں آپ کی خدمت میں اپنے گناہوں کی بخشش اور آپ کی شفاعت کا طلبگار ہو کر آیا ہوں۔ پھر اُس نے یہ شعر پڑھے۔

یَاخَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اَعْظُمُہٗ
فَطَابَ مِنْ طِیْبِہِنَّ الْقَاعُ وَالْاَکَمُ
نَفْسِیْ الْفِدَآءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاکِنُہٗ
فِیْہِ الْعَفَافُ وَفِیْہِ الْجُوْدُ وَالْکَرَمُ

(ترجمہ۔ اَے سب انسانوں سے بہتر انسان جو یہاں مدفون ہے جس کے جسمِ اطہر کی خوشبو سے سارا بقعہ اور اِرد گرد کی پہاڑیاں مہک رہی ہیں میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ مدفون ہیں۔ آپ کی قبر میں پاکدامنی، جود و سخا اور انسانیت کا شرف مدفون ہے)

یہ کہا اور چلا گیا۔ عُتبہ بن ابی سُفیان وہاں مَوجُود تھے۔ وُہ کہتے ہیں اُس کے جانے کے بعد میں نے کشفی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا حضورؐ نے فرمایا جاؤ جا کر اُس شخص کو بشارت دے دو کہ میری سفارش سے اللہ تعالیٰ نے اُس کے گناہ بخش دیئے۔

پس آپؐ کی زندگی کا یہ بھی ثبوت ہے کہ آپؐ دُنیا کے مُنجّی اور شفیع ہیں۔ اور آپؐ کی دُعائیں انسان آج بھی حاصل کر سکتا ہے۔

رہا یہ سوال کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے حصول کا کیا طریق ہے؟ تو وہ یہ ہے کہ ؎

آں دلِ خوش باش را کاندر جہاں جوید خوشی
از پئے دینِ محمدؐ کلبۂ احزاں کنید

دنیا کو اس کی خوشیاں اور راحتیں مبارک، ہمارے لئے تو دینِ محمدؐ کا غم سب خوشیوں سے بڑھ کر ہے جس کے نتیجہ میں ہمیں ہمارے پیارے رسولؐ کی دعائیں ملتی ہیں۔

دلیلِ سوئم:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ
يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔

(سورۂ آل عمران ع ۴)

تو اُن سے کہہ دے کہ اگر تم واقعی اللہ سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو مجھ سے سیکھو کہ محبت کس طرح کی جاتی ہے۔ میں تمہیں بتاؤں گا کہ عشق و وفا کسے کہتے ہیں اور صدق و صفا کیا چیز ہے۔ میں تمہیں دکھاؤں گا کہ اس محبوب کی راہ میں مٹ جانے اور فنا ہو جانے کا کیا طریق ہے۔ پس جب تم میری پیروی کرنے لگو گے اور میرا رنگ اختیار کر لوگے تو چونکہ میں ہی خدا کا محبوب ہوں اور میرا رنگ اور میری صفات ہی اس کو پیاری ہیں۔ تم بھی میرا رنگ اختیار کرنے کی وجہ سے اور محمدیت کی چادر کے نیچے آجانے کی وجہ سے خدا کے محبوب بن جاؤ گے۔

پس آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک یہ بھی ثبوت ہے۔ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔ یہ ایک عمدہ نسخہ

ہے جیسے انسان خود تجربہ کر کے دیکھ سکتا ہے۔ پہلے بھی جس نے خدا کا نُور پایا۔ اور اُس کی محبت سے حصہ لیا۔ وہ نورِ محمدی اور جمالِ احمدی کے وارث ہونے کی وجہ سے۔ نہ ابراہیم خدا کا محبوب ہے نہ موسیٰ نہ عیسیٰ نہ غلام احمد۔ خدا کا محبوب صرف ایک ہے ہر دوسرا انسان خدا کی محبت آپ کے طفیل پاتا ہے جس میں جتنا زیادہ جمالِ محمدی کا پرتو ہوتا ہے وہ اتنا ہی خدا کا محبوب بن جاتا ہے

"سبحان اللہ! ہمارے آقا کی اللہ تعالےٰ کے حضور میں کیا شان ہے کہ آپؐ کا عاشق خدا کا محبوب اور آپؐ کا غلام سب دنیا کا سردار بن جاتا ہے۔"

ہیچ محبوبے نماند ہمچو یارِ دلبرم
مہر و مہ را نیست قدرے در دیارِ دلبرم
آں کجا روئے کہ دارد ہمچو رویش آب و تاب
واں کجا باغے کہ میدارد بہارِ دلبرم

غرض آپؐ کی متابعت ہی انسان کو مقربِ بارگاہِ الٰہی بناتی ہے اور آپؐ ہی فیضانِ الوہیت کے حصول کا وسیلہ ہیں۔ آپؐ کی پیروی سے انسان وہ تمام کمالات حاصل کر لیتا ہے۔ جو پہلوں کو ملے۔ ؎

صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہِ ذقن
واں مسیحِ ناصری شد از دمِ او بیشمار

دلیل چہارم :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّ
جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاۤءِ شَهِيدًا (سورۃ نساء ع

یعنی اُس وقت اُن کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمّت میں سے
ایک گواہ لائیں گے اور تجھے ان لوگوں پر یعنی تیری اُمّت پر
گواہ بنا کر پیش کریں گے۔

گواہی وہی دے سکتا ہے جو زندہ اور موجود ہو۔ (حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس آیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا استدلال کیا تھا) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خدا فرماتا ہے کہ آپؐ اپنی ساری اُمّت کے اعمال کے گواہ ہیں۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زندہ رسُول صرف آپؐ ہی ہیں یعنی اس دُنیا میں صرف آپ کی برکات اور فیوض جاری ہیں کیونکہ ھٰٓؤُلَآءِ کا اشارہ تمام موجود اور آئندہ انسانوں کی طرف ہے۔ خواہ وہ مسلمان ہوں یا یہودی یا عیسائی یا کسی اور قوم سے تعلق رکھتے ہوں۔ وہ سب آپکی اُمّت ہیں خواہ وہ آپ کو قبول کریں یا نہ کریں اور آپؐ ان سب پر گواہ اور نگران مقرر کئے گئے ہیں یہ ثبوت ہے کہ صرف آپؐ ہی زندہ رسُول ہیں۔

دلیل پنجم ۔ رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مُردوں کو زندگی بخشنے والے اور روحانی **قیامت** ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ
إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۔ (سورۃ انفال ع

یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو خدا اور اُس کے رسول کا حکم
مانو اور جب خدا کا رسُول تمہیں زندگی دینے کے لئے پکارے
تو اے مُردو! اُس کی آواز پر لبیک کہا کرو تا تمہیں حقیقی زندگی

حاصل ہو۔

نیز فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَبۡعَثُ مَنۡ فِی الۡقُبُوۡرِ (سورۃ الانبیاء)

کہ اس رسولؐ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کر دے گا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں۔

اَنَا الۡحَاشِرُ الَّذِیۡ یُحۡشَرُ عَلٰی قَدَمِہٖ الۡاَمۡوَاتُ

یعنی میں مُردوں کو زندہ کرنے والا ہوں میں وہ رُوحانی **قیامۃ** ہوں جس کے قدموں پر مُردے زندہ ہو رہے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

"جاوِدانی زندگی پر یہ بھی ایک بڑی بھاری **دلیل** ہے کہ حضورؐ کا فیض جاودانی ہے اور جو شخص اس زمانہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے وہ بلاشبہ **قبر** میں سے اُٹھایا جاتا ہے اور ایک رُوحانی **زندگی** اُس کو بخشی جاتی ہے نہ صرف خیالی طور پر بلکہ **آثار صحیحہ صادقہ** اُس کے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور آسمانی مدویں اور سماوی برکتیں اور رُوح **القدس** کی خارق عادت تائیدیں اُس کے شامِل حال ہو جاتی ہیں اور وہ تمام دُنیا کے انسانوں میں سے ایک **منفرد انسان** ہو جاتا ہے یہاں تک کہ خدا تعالےٰ، اُس سے **ہمکلام** ہوتا ہے۔ اور اپنے اسرار خاصّہ

اُس پر ظاہر کرتا ہے اور اپنے **حقائق و معارف** کھولتا ہے اور اپنی **محبت** اور **عنایت** کے چمکتے ہوئے علامات اُس میں نمودار کر دیتا ہے اور اپنی **نصرتیں** اس پر اتارتا ہے ۔ اور اپنی **برکات** اُس میں رکھ دیتا ہے اور اپنی **ربوبیت کا آئینہ** اُس کو بنا دیتا ہے ۔ اُس کی زبان پر **حکمت** جاری ہوتی ہے اور اُس کے دل سے **نکات** لطیفہ کے **چشمے نکلتے** ہیں اور **پوشیدہ بھید** اُس پر آشکار کئے جاتے ہیں ۔ اور خدا تعالیٰ ایک عظیم الشان **تجلی** اُس پر فرماتا ہے اور اس کے نہایت قریب ہو جاتا ہے ۔ اور وہ اپنی **استجابت** دعاؤں میں اور اپنی **قبولیتوں** میں اور فتح **ابواب معرفت** میں اور انکشاف اسرار غیبیہ میں اور **نزول برکات** میں سب سے **اوپر** اور سب سے **غالب** رہتا ہے ۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۲۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ۔

اِنِّیْ تَقَدَّمْ حَیِیْتُ مِنْ اِحْیَاءِہٖ ۔ وَاہًا لِاِعْجَازٍ فَمَا اَحْیَانِیْ

یعنی مجھے میرے آقا کے ذریعہ یہ نئی زندگی حاصل ہوئی ۔ سُبحان اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعجاز کے کیا کہنے ہیں ۔ دیکھو کہ آپؐ نے مجھے کیسی اعلیٰ اور بے نظیر زندگی عطا فرمائی ہے ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غریب، بے طاقت، بے سہارا جماعت جو

آج تمام دنیا کا مقابلہ کر رہی ہے اور سارے طاغوتی لشکروں کے مقابل پر سینہ سپر ہے۔ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسی معجزۂ احیائے موتیٰ کا نتیجہ ہے۔

دلیل ششم:- ایک دفعہ عیسائیوں سے میری مذہبی بحث تھی۔ میں نے دعا کی تو مجھے خواب میں بتایا گیا کہ آیت قرآنی

فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

(سورۃ القمر ع ۳)

(یعنی متقی اپنے ملیک مقتدر کے پاس بہترین جگہ پر ہوں گے)

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام بلند کا ذکر ہے۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ عیسائی مسیحؑ کی اُلوہیت کی دو دلیلیں دیتے ہیں۔ اُنؑ کا زندہ ہونا اور خدا کے عرش پر اُس کے دہنے ہاتھ بیٹھنا۔ لیکن اُن کے پاس اس کا ثبوت کوئی نہیں قرآن کریم کی اس آیت میں یہ دونوں باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہایت اعلیٰ طور پر ثابت کی گئی ہیں۔

عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی پاک زندگی کا بیان ہے کیونکہ ہمارا خدا حیّ و قیّوم ہے اور جو اُس کے حضور میں ہو وہ بھی یقیناً زندہ ہے۔ اور

فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ میں خدا کے عرش پر اس کے دہنے ہاتھ سب سے قریب مقام پر فروکش ہونا، بیان ہوا ہے۔

حدیث میں بھی ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: میں خدا کے عرش کے داہنے کھڑا ہوں گا۔ یہ وہ مقام ہے جو میرے سوا کسی اور کو حاصل نہیں۔ (ترمذی)

غرض قرآن کریم نے یہ دونوں باتیں یعنی دائمی پاک زندگی اور خدا کے عرش پر دائیں طرف سب سے قریب مقام عطا ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیان کی ہیں اور اس کا ثبوت بھی دیا ہے جو یہ ہے

إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۔

کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور آپ کے فیضان و برکت کے طفیل مومنوں کو اسی دنیا میں جنّات اور نہریں ملتی ہیں اور انہیں ایمان کے بابرکت ثمرات کھلائے جاتے ہیں اور ان کے قلوب میں علم و عرفان کی نہریں جاری کی جاتی ہیں اور وہ حضور کے واسطہ سے جمالِ الٰہی کا دیدار کرتے ہیں۔ چنانچہ امت میں ہزاروں اولیاء ایسے ہو گزرے ہیں جن کو خدا نے اپنے کلام سے مشرف کیا اور ان پر آسمانی نشانوں کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب خاص کو جو آنحضور کو اللہ تعالیٰ کے ہاں حاصل ہے ظاہر کیا ہے۔ فصلی اللہ علیہ وجزاہ عن المتقین خیراً۔

دلیل ہفتم: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ملوکیت اعلیٰ کے مظہر اور خلیفۃ اللہ فی الارض ہیں اور دعائے سلیمانی رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِأَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ (سورۃ ص رکوع ۳) خدایا مجھے ایسی حکومت دے جو میرے سوا کسی اور کو حاصل نہ ہو۔ آپ ہی کے وجود میں کامل طور پر پوری ہوئی۔ زمین کے اکناف و اطراف میں اور قریہ قریہ اور دیہہ دیہہ میں پانچ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی بادشاہت کا ان الفاظ اعلان ہوتا ہے۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

غرض اس شاہِ کونین کو جو بادشاہت ملی اور جو حکومت حاصل ہوئی وہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں اور نہ ہو سکتی ہے کیونکہ کوئی دوسرا ایسی حکومت کا اہل نہیں بلکہ ہزاروں عشّاق کے دل پر آپ آج بھی حکومت کرتے ہیں۔ اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے خلوت میں اور جلوت میں لاکھوں لاکھ انسانوں کا ہر کام سے پہلے یہ سوچنا کہ میرا آقا یہ کام اس طرح کیا کرتا تھا۔ کیا اس بات کا واضح ثبوت نہیں کہ اُمّت کے دلوں پر آپؐ کی حکومت ویسی ہی قائم ہے جیسا کہ قریباً چودہ سو سال پہلے تھی

دلیل ہشتم :-

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

فرماتا ہے۔ ہم نے تجھے تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے جب آنحضورؐ تمام عالموں کے لئے، عالَمِ ملکوت کے لئے بھی اور عالَمِ ناسوت کے لئے بھی، عالَمِ جماد کے لئے بھی اور عالَمِ نباتات کے لئے بھی، عالَمِ حیوانی کے لئے بھی اور انسانی عالَم کے لئے بھی، اور پھر تمام زمانوں کے لئے رحمت ہیں۔ اور رحمت ہی پر بقاء تمام موجودات کی ہے تو جب موجودات کا وجود باقی ہے اور زندگی کا نشان پایا جاتا ہے تو وہ جو بقائے عالَم کا ذریعہ ہے اس کی زندگی میں کیونکر کسی عقلمند کو شبہ ہو سکتا ہے۔ پھر وہ مومنین جن کے لئے آپؐ رحمتِ خاص ہیں اور جن پر آپؐ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نظرِ عنایت ہے۔ وہ بھی آپؐ کی پاک دائمی زندگی کا ثبوت ہیں۔

* * * * *

دلیل نہم :-

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ
مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ
وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ (سورۂ احزاب ع ۶)

اے نبیؐ ہم نے تجھے اپنی ذات وصفات کا گواہ بنا کر بھیجا ہے تا تُو میری مخلوق کے سامنے گواہی دے کہ تمہارا ایک پیدا کرنے والا ہے۔ وہ سُبُّوح و قدُّوس ہے۔ وہ علیؔ و عظیم ہے۔ وہ ربّ رحمٰن ہے۔ وہ مالک یوم الدّین ہے غرض میری ذات و صفات کے متعلق دنیا کو بتائے اور ہم نے تجھے اس لئے بھیجا ہے کہ جو تیری گواہی کو قبول کر لیں اور میری ذات وصفات پر ایمان لے آئیں تو اُن کو فضلوں اور رحمتوں کی بشارت دے اور جو تیری گواہی کو قبول نہ کریں تو اُن کو میری قہری تجلّیات سے ڈرائے اور ہم نے تجھے اس لئے بھیجا ہے کہ تُو اللہ کے حکم سے اُس کے بندوں کو اُس کی طرف بلائے اور ہم نے تجھے رات کو دن میں تبدیل کر دینے والا سُورج بنا کر طُلُوع کیا ہے۔

آپؐ کا سراجِ مُنیر ہونا بھی آپ کی زندگی کا ثبوت ہے۔ اگر سُورج نہ ہو تو نُور کہاں سے آئے اور دُنیا کیونکر زندہ رہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس جسمانی سُورج کو بھی آپ ہی کے نور سے حصّہ ملتا ہے۔

ضَاهَتْ اٰيَاةُ الشَّمْسِ بعض ضِيَاءِهٖ
فَاِذَا ادَیْتُ فَهَاجَ مِنْهُ بُكَائِيْ

(ترجمہ) سُورج کی شعاعوں میں کچھ کچھ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

روشنی کی جھلک نظر آتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب میں سُورج کی شعاعوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے حضورؐ یاد آجاتے ہیں اور بے اختیار میرے آنسو ٹپک پڑتے ہیں۔)

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں :۔

"وہ ایک **نُور** تھا جو دُنیا میں آیا اور تمام **نُوروں** پر غالب آ گیا۔ اُس کے **نُور** نے ہزاروں دلوں کو منوّر کیا۔ اور اس کی **بَرکت** کا یہ راز ہے کہ رُوحانی مدد اسلام سے منقطع نہیں ہوئی بلکہ قدم بقدم اسلام کے ساتھ چلی آتی ہے۔ ہم ایسی **تازہ بتازہ** برکتیں اس **نبیؐ** کے دائمی فیض سے پاتے ہیں کہ گویا اس زمانہ میں بھی وُہ **نبیؐ** ہم میں موجود ہے اور اس وقت بھی اُس کے **فیوض** ہماری ایسی ہی رہنمائی کرتے ہیں کہ جیسا کہ پہلے زمانہ میں۔" (چشمہ معرفت)

دلیل دہم :۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ
رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (سورۃ احزاب ع ۵)

اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی نرینہ اولاد کوئی نہیں مگر رُوحانی طور پر آپ کی اولاد بہت ہوگی اور آپ نبیوں کے لئے مُہر ٹھہرائے گئے ہیں۔ "خَاتَم" کے اصلی معنی مُہر کے ہوتے ہیں اور آپ کا صاحب

خاتم ہونا کسی ایک زمانہ کے لئے خاص نہیں۔ بلکہ آپؐ ہمیشہ سے **خَاتَمُ النَّبِیّیٖن** ہیں جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔

کُنْتُ خَاتَمُ النَّبِیّیْنَ وَاٰدَمُ مُنْجَدِلٌ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ۔

یعنی مَیں اس وقت بھی **خَاتَمُ النَّبِیّیْن** تھا کہ جب ابھی آدم پانی اور مٹی میں ملا ہوا تھا۔

پس آپؐ تمام انبیاء کے لئے خواہ وہ آپؐ سے پہلے ہی کیوں نہ گزرے ہوں مُہر ہیں اور ہر شخص نے فیضانِ الٰہی آپؐ ہی کے ذریعہ پایا ہے ؎

چہ آدمؑ چہ نوحؑ وچہ دیگر رُسُل — ہمہ آمدند از وجودش ظلال
چہ شمس وچہ بدر وچہ دیگر نجوم — ہمہ یافتند از جمالش جمال
توئی زیورِ ہر دو عالم چو تو — بگیتی ندارد فلک یک مثال
تو ہر چند پیش از جہانے ولے — توئی آخریں نقش آں ذوالجلال

یعنی آدمؑ ہوں یا نوحؑ ہوں یا دوسرے رسولؑ سب آپؐ ہی کے وجود کے ظل ہیں۔ سورج ہو یا چاند یا دوسرے ستارے سب نے آپؐ ہی کے جمال سے جمال حاصل کیا ہے۔ یا رسول اللہ آپؐ ہی دونوں عالم کی زینت ہیں۔ فلک آپؐ کی کوئی مثال مخلوقات میں سے پیش نہیں کر سکتا۔ اگرچہ آپؐ تمام جہان سے پہلے تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ خدائے ذوالجلال کا آخریں و بہترین نقش ہیں۔

پس پہلے بھی آپؐ ہی کا فیض تھا اور آئندہ بھی کوئی **نبوت** کا کمال بجز آپ کی پیروی کی مُہر کے کسی کو حاصل نہیں ہوگا۔ چنانچہ آپؐ کی پیروی اور فیضان کا یہ ثبوت ہے کہ اس زمانہ میں ایک شخص نے آپؐ کی پیروی سے اور آپؐ کے عشق میں فنا ہو کر **کمالاتِ نبوت** کو حاصل کیا اور خدا نے اُسے اپنی رضا کے عطر سے معطر کر کے اور **مسیح** ابنِ مریم بنا کر بلکہ مسیح سے برتر مقام دے کر بھیجا تا وہ دنیا پر اپنے آقا کی تربیت اور فیض اور زندگی کا کمال ظاہر کرے اور چونکہ اُس نے جو کچھ پایا۔ اپنے **نبی متبوع** کی پیروی اور اُس کے عشق میں گم ہو کر اور اپنے وجود کا نقش مٹا کر پایا۔ اس لئے اُس کا آنا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا قرار پایا۔ جیسا کہ سُورۂ جُمعہ میں پہلے سے پیشگوئی تھی۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا
مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ
وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا
مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ وَّاٰخَرِیْنَ
مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝

(سورۃ الجمعہ ع ۱)

یعنی وُہی مَلِکُ الْقُدُّوْسُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ہی ہے جس نے عرب کے جاہلوں اور شریعت سے بے بہرہ لوگوں میں اُن ہی میں سے ایک رسُول مبعوث فرمایا۔ جو اُن کے سامنے خدا تعالیٰ کے تازہ اور زندہ **نشانات** پیش کرتا

ہے اور اس طرح سے زندہ ایمان اور یقین اور معرفت عطا کرکے اُن کے قلوب کا **تزکیہ** کرتا ہے اور اُنہیں **شریعت** سکھاتا ہے اور احکام شریعت کی **حکمت** اُن پر واضح کرتا ہے۔ اور اس سے پہلے ان کا یہ حال تھا کہ وُہ کھلی گمراہی میں پڑے تھے۔ اسی طرح سے یہ **رسول** کچھ اَور لوگوں کی بھی **تربیت** کرے گا جو ان عرب کے لوگوں میں سے نہیں ہوں گے۔ وہ ابھی تک **صحابہ** سے ملے نہیں۔ لیکن آئندہ ایک زمانہ میں اس رسولؐ کی تربیت کے نتیجہ میں جب کہ یہ رسولؐ اُن کے سامنے بھی اسی طرح سے **تلاوتِ آیات** کرے گا اور اُن کا **تزکیہ** کرے گا اور انہیں **شریعۃ** اور اُس کی **حکمت** سکھائے گا تو وُہ **رُوحانی طور پر** نہ کہ زمانی لحاظ سے **صحابہ** سے مل جائیں گے۔ اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے حکمت کے ماتحت چاہتا ہے اور جب کسی بات کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی اُس کو اُس کے ارادہ سے باز نہیں رکھ سکتا کیونکہ وہ **عزیز و حکیم** ہے۔

دیکھو۔ قرآن کریم کس طرح بآوازِ بلند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی **پاک** اور **دائمی زندگی** کا اعلان کر رہا ہے اور بتاتا ہے کہ حضورؐ کا فیضان اور تربیت کسی ایک زمانہ سے مخصوص نہیں بلکہ **دائمی** ہے اور خاص طور پر آخری زمانہ میں جو **دجالی** فتنوں کے زور کا زمانہ ہوگا۔ آپ پھر دنیا پر ظہور فرمائیں گے۔ اور پھر

ایک بار نئے سرے سے مخلوقِ خدا کے لئے نجات کا سامان فرمائیں گے اور خدا کے زندہ نشانوں کے ساتھ اُس واحد اور یگانہ پر زندہ ایمان پیدا کریں گے اور حُسنِ لازوال کا چہرہ دکھائیں گے اور پھر نئے سرے سے قلوبِ مردہ کے لئے زندگی اور پاکیزگی کا سامان فرمائیں گے اور پھر سے شریعت اور اُس کی حکمتیں سکھائیں گے۔ سو اس زمانہ میں جو خدا سے دُوری اور تاریکی اور طرح طرح کے فتنہ اور فساد کی وجہ سے اور دجّالی فتنوں کے ظہور کی وجہ سے ایک حد درجہ ہلاکت ناک زمانہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر یہ احسان کیا کہ ایک شخص کو آپ کا مثیل بنا کر اور آپ کے نزول اور برکتوں کا وارث کر کے اور آپ کے فیضان سے تربیت دے کر دنیا کو ہلاکت سے بچانے کے لئے بھیجا۔ اور اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا سب سے بڑا ثبوت یہی ہے کہ ایک شخص نے آپ کی اُمّت میں سے آپ کے فیضان سے زندگی پائی اور تمام کمالاتِ نبوّت کو حاصل کیا اور خدا تعالیٰ نے اُس پر اپنا جلوہ کیا اور علوم و معارف اور برکات سے بھر دیا۔ اور اُس کے لئے بڑے بڑے نشان دکھائے اور طرح طرح کی تائیدیں اور نصرتیں اُس کے لئے ظاہر فرمائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:۔

> ”دنیا میں صرف وہی زندگیاں قابلِ تعریف ہیں:۔
>
> (۱) ایک وہ زندگی جو خود خدائے حیّ و قیّوم مبدءِ فیض کی زندگی ہے۔

(۲) دُوسرے وہ زندگی جو فیض بخش اور خدا نما ہو سو آؤ۔ ہم دکھاتے ہیں کہ وہ زندگی صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے جس پر ایک زمانہ میں آسمان گواہی دیتا رہا ہے اور اب بھی دیتا ہے۔ اور یاد رکھو کہ جس میں فیاضانہ زندگی نہیں وُہ مُردہ ہے نہ زندہ۔ اور مَیں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کا نام لے کر جھوٹ بولنا سخت بدذاتی ہے کہ خدا نے مجھے میرے بزرگ، واجب الاطاعت سیدنا محمدّ صلے اللہ علیہ وسلم کی رُوحانی دائمی زندگی اور پُورے جلال اور کمال کا یہ ثبوت دیا ہے کہ میں نے اُس کی پیروی سے اور اس کی محبّت سے آسمانی نشانوں کو اپنے اوپر اُترتے ہوئے اور دل کو یقین کے نُور سے پُر ہوتے ہوئے پایا۔ اور اِس قدر نشان غیبی دیکھے کہ اِن کھلے کھلے نُوروں کے ذریعہ سے میں نے اپنے خدا کو دیکھ لیا ہے۔" (تریاق القلوب)

پس یقیناً جانو کہ:-

"نوعِ اِنسان کے لئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ!

صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس
جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس
پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم **نجات**
یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ **نجات** وہ چیز نہیں
جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی **نجات** وہ ہے کہ
اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ **نجات یافتہ** کون
ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور **محمد**
صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی
شفیع ہیں اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی
اور رسول ہے اور نہ **قرآن** کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب
ہے اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے
مگر یہ برگزیدہ **نبی** ہی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور اس
کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے خدا نے یہ **بنیاد** ڈالی ہے
کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک
جاری رکھا" (کشتی نوح)

اے خدا کے محبوب رسول! اے طَیِّبُ الاَسْمَاء اور
طَیِّبُ الاَخلاق اور اے خدا سے دائمی زندگی پانے والے
پاک وجود! اے جود و سخا کے ابرِ بہار اور اے علم و

معرفت کے بحرِ بے کنار۔ اور اے فیضانِ الٰہی کے چمکتے سورج! تجھ پر بے انتہاء درود و سلام ہو۔ ہمارا محبت بھرا سلام تجھے پہنچے۔ ہمارا جسم اور جان اور ہمارے وجود کا ذرّہ ذرّہ اور ہمارے ماں باپ اور اولاد سب تجھ پر قربان کہ تیرے ہم پر بے انتہاء احسان ہیں ہم نے اپنے محبوبِ حقیقی کا چہرہ تیرے ذریعہ دیکھا اور اُس کی معرفت تیرے ذریعہ پائی۔ تُو نے ہمیں عشق و محبت کا درس دیا۔ اور استقامت اور فناء فی اللہ کی راہ دکھائی۔ تُو ہی ہے جس کی برکت سے اُس یارِ یگانہ کی ہم پر لطف اور عنایت کی نظر ہے اور اُس کے فضل کا ہم پر سایہ ہے۔ اور اُس کی معیّت اور نُصرت ہمیں حاصل ہے۔ تمام مذاہب مُردہ اور توحید سے خالی ہیں۔ ایک تیرا دین ہے جو زندہ ہے اور زندہ رہے گا اور پیاسی دُنیا کو آبِ حیات کے جام پلاتا رہے گا۔ اگر تو نہ آتا تو ہم حقیقی زندگی سے محروم رہتے

اور اندھے ہی دُنیا سے اُٹھ جاتے۔ پس اَے خُدا کے پاک نَبِیُ جس پر خُدا خود عرش سے درُود بھیجتا ہے اور فرشتے جس کے لئے دُعاؤں میں لگے ہوئے ہیں۔ ہم بھی تجھ پر ہزار ہزار درُود بھیجتے ہیں اور تیرے حضور میں سلام عرض کرتے ہیں ؎

فِدًی لَّکَ رُوْحِیْ یَا حَبِیْبِیْ وَسَیِّدِیْ
فِدًی لَّکَ رُوْحِیْ اَنْتَ وَرْدٌ مُّنَضَّرٌ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ اَکْثَرَ
مِنْ ذَرَّاتِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ اٰمِیْن۔